Postal Reg.No:PB-0258/2002

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

جلد 51 وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ شمارہ 3

ہفت روزہ

بدر

قادیان

The Weekly BADR Qadian

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

شرح چندہ
سالانہ 200 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر
امریکن۔ بذریعہ
بحری ڈاک
10 پونڈ

2/ ذیقعدہ 1422 ہجری 17/ صلح 1381 ہش 17/ جنوری 2002ء

اخبار احمدیہ

قادیان 12/ جنوری 2002ء (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں الحمد للہ۔

کل حضور نے مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی صفت رزاق کی بصیرت افروز تشریح بیان فرمائی۔

پیارے آقا کی صحت و سلامتی کامل شفایابی درازی عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے احباب دعائیں کرتے رہیں۔

ضروری ہے کہ حتی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کی جاوے اور ہمیشہ نیک ظن رکھا جاوے

کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور انس پیدا ہوتا ہے اور آپس میں قوت پیدا ہوتی ہے

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

شریعت کے دو ہی بڑے حصے اور پہلو ہیں جن کی حفاظت انسان کو ضروری ہے۔ایک حق اللہ، دوسرے حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی اطاعت، عبادت، توحید، ذات اور صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا۔اور حق العباد یہ ہے کہ اپنے بھائیوں سے تکبر، خیانت اور ظلم کسی نوع کا نہ کیا جاوے۔گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور نہ ہو۔ سننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں لیکن عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل انسان پر ہو تو وہ ان دونوں پہلوؤں پر قائم ہو سکتا ہے۔ کسی میں قوت غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جب وہ جوش مارتی ہے تو نہ اس کا دل پاک رہ سکتا ہے اور نہ زبان۔ دل سے اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے کرتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے اور پھر کینہ پیدا کرتا ہے۔ کسی میں قوت شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنی کا مرض بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اپنے بھائی سے نیک ظنی نہیں رکھتے اور ادنی ادنی سی بات پر اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرنے لگتے ہیں اور ایسے عیوب اس کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں کہ اگر وہی عیب اس کی طرف منسوب ہوں تو اس کو سخت ناگوار معلوم ہو۔ اس لئے اول ضروری ہے کہ حتی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کی جاوے اور ہمیشہ نیک ظن رکھا جاوے کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور انس پیدا ہوتا ہے اور آپس میں قوت پیدا ہوتی ہے اور اس کے باعث انسان بعض دوسرے عیوب مثلاً کینہ، بغض، حسد وغیرہ سے بچا رہتا ہے

(ملفوظات جلد صفحہ ۲۷۸، ۲۷۹)

ماہ رمضان المبارک میں مسجد فضل لندن میں درس قرآن کریم کی نہایت پاکیزہ اور بابرکت عالمی مجلس

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہر ہفتہ اور اتوار کو درس قرآن مجید جو ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے مؤاصلاتی رابطوں کے ذریعہ دنیا بھر میں براہ راست دیکھا اور سنا جاتا ہے

(۱۶/ رمضان المبارک ۲۰۰۱ء (بروز اتوار) سورۃ الاعراف کی آیات ۱۶۵ تا ۱۷۷ کے درس کا خلاصہ)

(قسط نمبر ٦)

لندن۔(۱۶ر رمضان المبارک۔ ۲ر دسمبر ۲۰۰۱ء)۔ آج برطانیہ میں رمضان المبارک کا ۱۶واں روز اور اتوار کا دن تھا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج قبل دوپہر مسجد فضل لندن میں سورۃ الاعراف کی آیات ۱۶۵ تا ۱۷۷ کا درس ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں کے ذریعہ دنیا بھر میں براہ راست نشر کیا گیا۔ قرآنی علوم اور حقائق و معارف پر مشتمل اس درس میں حضور ایدہ اللہ اہم اور مشکل الفاظ کی حل لغت، احادیث نبویہ اور مفسرین کی تفاسیر کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی تفاسیر کے حوالہ سے بھی مضامین قرآن کو بیان فرماتے ہیں اور جہاں ضرورت ہو وہاں ضروری تشریحات اور محاکمہ بھی فرماتے ہیں۔ ذیل میں اس درس کا خلاصہ اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین ہے۔

آیت ۱۶۵ کی تلاوت و ترجمہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مضمون سادہ عام فہم ہے۔ برائی سے روکنا بہت ہی اہم ہے۔ بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور برائی سے روکتے نہیں حالانکہ اگر برائی سے روکا نہ جائے تو وہ کھل کھیلتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک کشتی کے سواروں کی مثال دی ہے جو اوپر کی منزل کے تھے انہیں معلوم ہوا کہ نچلی منزل والے اس میں سوراخ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کیا اور نچلی منزل والوں کو روکا نہیں۔ جب انہوں نے سوراخ کر دیا تو اوپر کی منزل والے بھی ہلاک ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے بڑی حکمت سے یہ مضمون سمجھایا ہے کہ جو برائی سے روکتے نہیں وہ خود بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔

آیت ۱۶۷: ﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ﴾ جب پھر بھی انہوں نے نافرمانی کی جس سے ان کو روکا گیا تھا تو ہم نے انہیں کہا تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ مفردات امام راغب میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ" اس حصہ آیت کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ ان کی ظاہری صورتیں بندروں جیسی بنا دی گئی تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سابقہ صورت درست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاق بندروں جیسے بنا دئے تھے۔ خواہ ان کی شکلیں بندروں جیسی نہیں تھیں۔ (مفردات)۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دوسری بات درست ہے۔ اصل میں ان کے اخلاق بندروں جیسے بنا دئے گئے تھے۔ وہ شریعت کی نقالی کرنے والے رہ گئے تھے، شریعت پر عمل کرنے والے نہیں تھے۔

باقی صفحہ ( ) پر ملاحظہ فرمائیں

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

’’جنگ کے شعلوں کو دبا!‘‘

ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو یہ سوچ رکھتے ہیں کہ پاکستان کے ساتھ جنگ لازماً ہونی چاہئے تا کہ اس کو اس کی حرکات کا مزا چکھایا جائے لیکن ہمارے ہاں ایسے لوگ بھی کم نہیں بلکہ اکثریت میں ہیں جو کسی بھی صورت میں جنگ کو نہیں چاہتے بلکہ جنگ کے خوفناک نتائج کو ذہن میں رکھ کر امن کے خواہاں ہیں یہی حال پاکستان میں ہے۔ پاکستان کے انتہا پسند ملا جو کسی بھی جنگ سے قبل بھارت کو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے بیان دیتے تھے اس بار قدرے خاموش ہیں اور پاکستان میں ان دنوں عام طور پر جنگ مخالف ریلیاں ہی ہو رہی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی حال ہی میں ’’جہاد‘‘ کے جذبہ سے لبریز ملاں افغانستان میں منہ کی کھا چکے ہیں اور جنرل مشرف کو اب انہیں اپنی پالیسیوں کی خاطر نکیل ڈالنے میں کچھ زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور سارے ہی ناراض ملاں اب جنرل صاحب کی پالیسیوں کے مطابق اپنی توجہ کو پاکستانی سرحدوں پر مرکوز کر چکے ہیں۔ اس سے جنرل مشرف کو ایک حد تک اطمینان کا سانس بھی ملا ہے کہ ان سے ناراض ملا اب ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ملکی دفاع کی خاطر نعرے لگانے لگے ہیں۔ اور شاہد ایسا ہی کچھ اطمینان ہماری حکومت کو بھی ہوا ہے کہ پوٹو کے خلاف اُٹھنے والے اور تابوت گھوٹالوں کے نعرے لگانے والوں کی توجہ اب سرحدوں کی طرف مبذول ہو چکی ہے اور وزیر دفاع اور وزیر داخلہ ایسے ہیرو بن چکے ہیں کہ جو آئندہ انتخابات میں حکمران جماعت کیلئے یقیناً مفید ہو سکتے ہیں۔

خیر یہ تو سیاسی ہتھکنڈے ہیں ہمارا مطلب صرف اور صرف ان سطور کو تحریر کرنے سے یہ ہے کہ موجودہ حالات میں جنگ نہ تو ہندوستان کیلئے درست ہے اور نہ پاکستان کو اس سے کچھ فائدہ ہے۔ ہندوستان تو شاید ایک حد تک اس مصیبت کے خمیازے کو برداشت بھی کر لے گا لیکن پاکستان کی اقتصادیات ہونیوالی جنگ سے بالکل چُرمرا جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی حکومت نے متوقع جنگ کے ہونے پر پانچ فیصد سرچارج لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔

ماہرین اقتصادیات کا کہنا ہے کہ خدانخواستہ اگر جنگ ہوئی تو اس بار جنگ کی قیمت ہر ایک گھنٹے میں تیس کروڑ روپئے ادا کرنی ہوگی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جنگ دو ہفتے بھی کھچ گئی تو دونوں ملک ایک اندازے کے مطابق دس ہزار کروڑ سے زائد کی رقم جلا کر خاک کر چکے ہونگے۔ اس مالی نقصان کے ساتھ ساتھ سرحد کے دونوں طرف معصوم شہریوں اور فوجیوں کا جو جانی نقصان ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے اگر ہم جنگ کی سابقہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کو آزاد کرانے کیلئے حکومت ہند کو ۱۲ دن میں چار سو کروڑ روپئے خرچ کرنے پڑے تھے۔ ۱۹۹۹ء میں کارگل جنگ میں ۱۸۹۴ کروڑ روپئے خرچ ہوئے تھے۔

پوری دنیا میں اور بالخصوص پاکستان و ہندوستان جیسے غریب ملکوں میں اس وقت ہر سال لاکھوں بچے پانچ سال سے کم عمر میں ہی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کروڑوں بچے بھکمری کا شکار ہیں۔ ابتدائی تعلیم سے محروم ہیں۔ زچہ و بچہ کو ابتدائی طبی سہولیات میسر نہیں جس کی وجہ سے لاکھوں مائیں ایام حمل میں دم توڑ دیتی ہیں اور بچے اس دنیا میں آئے بغیر ہی پھر ملک عدم میں چلے جاتے ہیں اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ دنیا کے کل فوجی اخراجات کا صرف ۳ فیصد ہی صحت کی خاطر پر خرچ ہو پاتا ہے اور اس مصیبت میں ہند و پاک اپنے سیاسی حالات کی وجہ سے پیش پیش ہیں۔

ہمارا وطن سالہا سال سے اندرون ملک جنگ جیسی صورت حالات سے دو چار ہے پہلے پنجاب میں کئی سال تک جانی مالی نقصان ہوا اور اب کشمیر اور آسام اور جنوب کے کئی صوبوں میں نکسلیوں کی انتہا پسندانہ کارروائیوں کی وجہ سے حالات نہایت خراب ہیں آئے دن قتل و غارت اور لوٹ مار کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ اس جنگ جیسی انتہا پسندانہ صورت حال میں مصیبت یہ ہے کہ بیرونی دنیا کیلئے یہ اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون اس کی بہت سی مثالیں حالیہ دنوں میں سامنے آئی ہیں: ہماری حکومت کے مطابق پاکستانی انتہا پسندوں نے چھٹی سنگھ پورہ میں سکھوں پر حملہ کیا لیکن انتہا پسند آج تک اس بات سے انکار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کشمیر اسمبلی کے سامنے دہشت پھیلائی گئی پھر نئی دہلی میں پارلیمنٹ کے سامنے دہشت گردی کا کھیل کھیلا گیا ہماری حکومت اسے پاکستانی ملیٹنٹوں کا کام قرار دیتی ہے لیکن پاکستان اس کے ثبوت مانگ رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انتہا پسندی کے اس کھیل میں ظلم ہوتا بھی ہے لیکن ظالم اپنے آپ کو چھپا بھی لیتا ہے اور منظر عام پر آنا نہیں چاہتا۔ اور پھر بالآخر اس سے کوئی فیصلہ کن صورت حال سامنے بھی نہیں آتی۔

اس تمام تفصیل سے ظاہر ہے کہ انتہا پسندی جنگ اور قتل و غارت سے کسی بھی صورت میں بھلا ہونے والا نہیں۔ جتنا بھی لڑیں جتنا بھی ایک دوسرے کا نقصان کر لیں بالآخر صحت نیت کے ساتھ بات چیت کی ٹیبل پر آنے سے ہی مسئلہ حل ہوگا۔ لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے بات چیت کیلئے ماحول کو سازگار بنایا جائے پاکستان نے ان دنوں امریکہ کے دباؤ میں کچھ ’’جہادی تنظیموں پر پابندی عائد کی ہے جو ایک حوصلہ افزا اقدم ہے۔ اور جنرل مشرف کے 12/جنوری کے خطاب سے بشرطیکہ اس پر عمل بھی ہو جائے کچھ اچھی امیدیں بھی بندھی ہیں۔ خدا کرے کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے قریب آ جائیں۔ دوریاں جو پہلے ہی بہت تھیں اب آمد و رفت کے تمام وسائل کے بند ہو جانے کی وجہ سے اور بڑھ گئی ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ کوئی ایسا سورج بھی طلوع ہو کہ جس روز یہ دوریاں ختم ہو جائیں اور دونوں ملکوں کے عوام ایک دوسرے کے قریب آ جائیں اور دونوں ممالک کے غریب اور معصوم عوام جو پہلے ہی طرح طرح کی مشکلات سے دو چار ہیں امن و چین کی زندگی گزار سکیں۔ (منیر احمد خادم)

بارگاہ خاتم النبیینؐ میں

زمزمہ تیرے تقدس کا سنایا ہم نے
اک گراں خواب سے دنیا کو جگایا ہم نے
تیرے قرآں کو سینے سے لگایا ہم نے
دیدہ و دل میں عجب نور بسایا ہم نے
پرچم دین کی عظمت کو بڑھایا ہم نے
کفر و الحاد کے ایواں کو ہلایا ہم نے۔
گردشِ وقت کی آنکھوں سے ملا کر آنکھیں
بزمِ تثلیث میں کہرام مچایا ہم نے
کافر و ملحد و دجال کے طعنے سن کر
صبر و ایمان کا عالم بھی دکھایا ہم نے
حق کا اظہار کیا حق کی حمایت کی ہے
’’کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے‘‘
ہم نے للکارا ہے یوروپ کے کلیساؤں کو
دامنِ شرک کے پُرزوں کو اُڑایا ہم نے
ریگزاروں میں تیرے دیں کے مبشر ہم ہیں
مرغزاروں میں تیرا نغمہ سنایا ہم نے
کس نے تاریکیٔ حالات کا توڑا پندار
کس نے راہوں کو اُجالوں سے سجایا۔ ہم نے
کس نے بجھتی ہوئیں شمعوں کو ضیائیں دی ہیں؟
کس نے ذہنوں کے چراغوں کو جلایا۔ ہم نے
دل پہ انسان کے دنیا میں جہاں تک پہنچے
نقش اخلاقِ مقدس کا بٹھایا ہم نے
یہ ترا ہی توکرم ہے اے رسولِ عربیؐ
فیض بے پایاں جو ہر راہ میں پایا ہم نے
’’ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسُلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے‘‘

(ثاقب زیروی)

مالی سال کی آخری سہ ماہی

جیسا کہ احباب کو علم ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے رواں مالی سال کی تین سہ ماہیاں گذر چکی ہیں اور اب اس مالی سال کے اختتام پذیر ہونے میں تین ماہ سے بھی کم عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ جبکہ بحیثیت مجموعی اکثر جماعتوں میں لازمی چندہ جات کی وصولی کی رفتار تدریجی آمد کے بالمقابل بہت سست ہے جس کا منفی اثر خزانہ صدر انجمن احمدیہ پر بھی پڑتا دکھائی دے رہا ہے لہٰذا جملہ امراء و صدر صاحبان اور سیکرٹریان مال جماعت ہائے احمدیہ بھارت سے درخواست ہے کہ نظارت کی طرف سے ہر جماعت کو اس کے مشخصہ بجٹ بقایا سابقہ اور 31.12.01 تک وصولی کی پوزیشن بھجوائی جا رہی ہے۔ براہ مہربانی اس اعلان کی روشنی میں اپنی رفتار وصولی میں تیزی پیدا کر کے اس کمی کو جلد تر پورا کرنے کی کوشش کریں تا خزانہ کی پوزیشن مستحکم ہو سکے۔ اس سلسلہ میں جماعتوں کے دورہ پر روانہ ہو رہے نظارت ہذا کے نمائندگان اور انسپکٹران سے بھی خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔ جزاکم اللہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور بیش از بیش مقبول خدمت سلسلہ بجالانے کی توفیق عطا فرماتا رہے آمین۔

(ناظر بیت المال آمد قادیان)

بقیہ:درس القرآن از صفحہ اول

لفظ﴿خَاسِئِين﴾ کی حل لغت کے تحت حضور نے بتایاکہ خَسَأْتُ الکَلْبَ فَخَسَأَ کے معنی ہیں مَیں نے کتے کو دھتکارا تو وہ دور ہو گیا۔اور کسی کو دھتکارنے کے لئے عربی میں اِخْسَأْ کہا جاتا ہے۔......اسی سے خَسَأَ البَصَرُ کا محاورہ ہے۔(مفردات امام راغب)

علامہ ابن جریر اس آیت کی تفسیر کے تحت تحریر کرتے ہیں:"اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ جب انہوں نے اِتراتے ہوئے سبت کے بارہ میں جس اَمر سے انہیں روکا گیا تھا وہ کیا اور اس چیز کو حلال جانا جس کو ان پر حرام کیا گیا تھا یعنی سبت کے روز مچھلی کا شکار کرنا اور اسے کھانا اور وہ اس حرام فعل میں منہمک ہو گئے تو ہم نے انہیں کہا﴿ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِين﴾ یعنی خیر سے محروم ہو جاؤ"۔

اسی طرح لکھا ہے کہ مجاہد حضرت ابن عباس سے آیت﴿حَاضِرَةَ البَحْرِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ سبت کے دن ان پر مچھلیاں پکڑنا حرام کیا گیا تھا جبکہ مچھلیاں ان کی آزمائش کی خاطر سبت کے روز ان کے پاس گروہ در گروہ آتی تھیں اور باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں سوائے اس کے کہ وہ کوشش کر کے ان کا شکار کرتے۔ یہ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے بطور ابتلا تھا۔ پس انہوں نے گناہ کرتے ہوئے سبت کو حلال قرار دے کر اسے اختیار کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا﴿كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِين﴾ کہ تم بندر بن جاؤ۔ البتہ ان میں اس گروہ کو مستثنیٰ قرار دیا جنہوں نے زیادتی نہیں کی تھی اور انہیں سبت کے بارہ میں زیادتی کرنے سے روکا تھا اور ان میں سے بعض نے بعض کو کہا تھا کہ ﴿لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا﴾ کہ تم اس (بری) قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو"۔(تفسیر طبری)

ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہود کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے سبب سے مسخ کر دیا۔ پھر فرماتے تھے ایسے لوگ دنیا کے پردہ پر تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہتے تھے"۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جب ابن عباس کا نام آتا ہے تو مفسرین چپ کر جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خاص دعا دی تھی مگر یہ تحقیق نہیں کرتے کہ ابن عباسؓ نے بات کی بھی ہے یا نہیں۔ محققین نے بیان کیا ہے کہ ان کا ایک غلام تھا جو بہت چھوٹا تھا اور اس نے بہت سی باتیں ان کی طرف منسوب کی ہوئی ہیں جو انہوں نے کہی ہی نہیں تھیں۔ یہ بھی ایسی ہی باتوں میں سے ہے جس کے متعلق مفسرین درایت سے کام نہیں لیتے۔ پھر لکھا ہے کہ "مجاہد جو تابعین میں سے ہیں وہ کہتے ہیں مُسِخَتْ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُمْسَخُوْا قِرَدَةً وَاِنَّمَا هُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لَهُمْ"۔(ابن کثیر جلد اول صفحہ ۱۷۹ ،نیز درّ منثور) یعنی ان کے دل مسخ کر دئے گئے تھے وہ خود مسخ نہیں کئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات صرف ایک مثال کے طور پر بیان فرمائی ہے۔ ابو عالیہ کہتے ہیں کہ ﴿ قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ﴾ کے معنے اَذِلَّةً صَاغِرِيْن کے ہیں یعنی ذلیل و رسوا"۔

آیت ۱۶۸: ﴿وَاِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ. اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ . وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور (یاد کرو) جب تیرے رب نے یہ اعلان عام کیا کہ وہ ضرور ان پر قیامت تک ایسے لوگ مسلط کرتا رہے گا جو انہیں سخت عذاب دیتے رہیں گے۔ یقیناً تیرا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے حالانکہ وہ یقیناً بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے اس کے تحت ﴿ يَسُوْمُهُم﴾ کی حل لغت پیش کرتے ہوئے فرمایا: اَلسَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزاء سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا، پھر کبھی صرف ذِهَابٌ یعنی چلے جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے سَامَتِ الْاِبِلُ کے معنی ہیں اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے۔ اور ان اونٹوں کو جو باہر چرنے جاتے ہیں سَائِمَةٌ کہا جاتا ہے اور کبھی صرف طلب کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے سُمْتُ كَذَا کے معنی ہیں مَیں نے فلاں چیز طلب کی"۔(مفردات امام راغب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:"خدا نے یہود کے لئے ہمیشہ کے لئے یہ وعدہ کیا ہے کہ ایسے بادشاہ ان پر مقرر کرتا رہے گا جو انواع واقسام کے عذاب ان کو دیتے رہیں گے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑی وجہ یہود کے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ہونے کی یہی ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سخت ایذا دی، ان کی تکفیر کی، ان کی تفسیق کی، ان کی توہین کی، ان کو مصلوب قرار دیا تا وہ نعوذ باللہ لعنتی قرار دئے جائیں اور ان کو اس حد تک دُکھ دیا کہ حسب منطوق آیت ﴿وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا﴾ (النساء:۱۵۷) ان کی ماں پر بھی سخت بہتان لگایا۔ غرض جس قدر ایذاء کی قسمیں ہو سکتی ہیں کہ تکذیب کرنا، گالیاں دینا اور افتراء کے طور پر کئی تہمتیں لگانا اور کفر کا فتویٰ دینا اور ان کی جماعت کو متفرق کرنے کے لئے کوشش کرنا اور حکام کے حضور میں ان کی نسبت جھوٹی مخبریاں کرنا اور کوئی دقیقہ توہین کا نہ چھوڑنا اور بالآخر قتل کے لئے آمادہ ہونا یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہود بد قسمت سے ظہور میں آیا۔ اور آیت ﴿وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (آل عمران:۵۶) کو غور سے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آیت ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ (البقرہ:۶۲) کی سزا بھی حضرت مسیح کی ایذا کی وجہ سے ہی یہود کو دی گئی ہے کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں یہود کے لئے یہ دائمی وعید ہے کہ وہ ہمیشہ محکومیت میں جو ہر ایک عذاب اور ذلت کی جڑ ہے زندگی بسر کریں گے جیسا کہ اب بھی یہود کی ذلت کے حالات کو دیکھ کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب تک خدا تعالیٰ کا وہ غصہ نہیں اترا جو اس وقت بھڑکا تھا جب کہ اس وجیہ نبی کو گرفتار کرا کر مصلوب کرنے کے لئے کھوپری کے مقام پر لے گئے تھے اور جہاں تک بس چلا تھا ہر ایک قسم کی ذلت پہنچائی تھی اور کوشش کی گئی تھی کہ وہ مصلوب ہو کر توریت کی نصوص صریحہ کے رو سے ملعون سمجھا جائے اور ان کا نام ان میں لکھا جاوے جو مرنے کے بعد تحت الثریٰ کی طرف جاتے ہیں اور خدا کی طرف ان کا رفع نہیں ہوتا"۔(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۰)

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ میں ﴿مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ﴾ فرمایا ہے وہاں فاعل نہیں فرمایا گیا۔ اس کا فاعل خدا بھی ہے اور لوگ بھی ہیں۔ یعنی وہ خدا کے غضب کے نیچے ہمیشہ رہیں گے اور لوگوں کا غضب بھی انہیں ملتا رہے گا۔ یہ آیت قرآن کی صداقت پر صراحت سے گواہ ہے۔ یہود پر جرمنی میں جو ظلم ہوئے وہ عیسائیوں کی طرف سے ہوئے۔ کہتے ہیں چھ ملین یہود دردناک طریق پر مارے گئے۔ اس سے پہلے انگلستان پر بھی یہود نے قبضہ کیا ہوا تھا اور یہاں بھی بہت بری طرح مارے گئے۔ جرمنی کے بعد امریکہ پر ان کا قبضہ ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ امریکہ کا دارالخلافہ واشنگٹن نہیں بلکہ تل ابیب ہے۔ تو یہ ساری باتیں اپنے وقت پر پوری ہو کر رہیں گی۔ احادیث کی رو سے ایک وقت آنے والا ہے کہ یہودی چٹان کے پیچھے بھی پناہ لیں گے تو وہ پناہ نہیں دے گی۔ چٹان سے مراد بڑی طاقتور قوم ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ قرآن کی ساری پیشگوئیاں پوری ہوتی رہی ہیں اور یہ پیشگوئی پوری نہ ہو۔ قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ ان کو اکٹھا کر کے لایا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب تک کی ساری باتیں پوری ہوئیں تو یہ کیسے رہ جائے گی۔ تو جب تباہی آئے گی ہم لوگ زندہ رہیں یا نہ رہیں مگر ہماری نسلیں دیکھیں گی کہ یہود پر بہت زبردست ایک عالمگیر تباہی آنے والی ہے۔

آیت ۱۶۹: ﴿وَقَطَّعْنَاهُمْ فِى الْاَرْضِ .... الخ﴾ کی تلاوت و ترجمہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ "اس سے مراد وہ قوم ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھی کیونکہ ان میں سے ایک گروہ ایسا تھا جو حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا تھا۔ ابن عباسؓ اور مجاہد نے کہا ہے کہ اس آیت میں ﴿مِنْهُمُ الصَّالِحُوْنَ﴾ سے مراد وہ افراد ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کو پایا اور آپ پر ایمان لائے"۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ لیکن پہلی بات درست ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوم میں بھی تو صالح لوگ تھے۔ صرف وہی لوگ مراد نہیں جو رسول اللہ کے زمانے میں صالح ہو چکے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہمیشہ سے یہود میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنی بد حالت پر قائم رہے اور ہر فرقے میں نیک اور پاک لوگ بھی شامل رہے جو ہمیشہ برائیوں سے روکتے بھی تھے۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَقَطَّعْنَاهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم نے انہیں مختلف ممالک میں پراگندہ کر دیا اور یہاں یہ بھی مراد ہے کہ ان میں ایسی نااتفاقی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ کبھی کسی بات پر متفق نہیں ہوتے۔ ﴿مِنْهُمُ الصَّالِحُوْنَ﴾ سے مراد وہ ہیں جو ان میں سے محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تھے اور وہ بھی مراد لئے جا سکتے ہیں جو موسوی شریعت کے منسوخ کئے جانے سے پہلے پہلے وفات پا گئے یا پھر اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو چین سے پرے رہتے ہیں"۔(تفسیر قرطبی)

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں جو قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ﴿جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا﴾ وہی اصل بات ہے۔ دور دور کے ملکوں سے خدا انہیں گھیر کر لایا تاکہ اگر انہوں نے پھر برائی کا ارادہ کیا اور قوموں پر رحم نہ کیا اور ظلم کی طرف لوٹے تو ہم بھی تم سے انتقام کی طرف لوٹیں گے۔﴿اِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا﴾۔

آیت ۱۷۰: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ .... الخ﴾ کی تلاوت و ترجمہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری کی تفسیر بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ مذکور لوگوں کے بعد ایک اور نسل ان کی جانشین بنی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے۔﴿وَرِثُوْا الْكِتَابَ﴾ وہ کتاب کے وارث ہوئے یعنی تورات کے اور یہ کتاب بزرگوں کے گزرنے کے بعد ان کے ہاتھوں میں رہی۔ وہ اسے پڑھتے رہے اور اس میں مذکور اوامر و نواہی اور حلال و حرام سے آگاہی بھی حاصل کرتے رہے لیکن ان پر عمل نہیں کرتے تھے۔﴿يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى﴾ سے مراد دنیا اور اس کی متاع ہے جس سے انسان عارضی طور پر فائدہ اٹھاتا ہے۔(تفسیر کشاف)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:"اور ان کے بعد ان کے ایسے جانشین اور کتاب کے وارث ہوئے جو رشوت کے طور پر اس دنیا کا مال لیتے اور کہتے کیا پڑا ہے؟ ہم بخشے جائیں گے"۔
(بحوالہ حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ دونوں میں

باقی صفحہ نمبر ۸ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

دعا ہی اصل عبادت ہے

رسول اللہ ﷺ جامع قسم کی دعاؤں کو پسند فرمایا کرتے تھے

دعا کی قبولیت بھی دعا ہی کی محتاج ہے۔ صدقات، دعا اور خیرات سے ردّ بلا ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۳۰؍نومبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۳۰؍نبوت ۱۳۸۰ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العلمين - الرحمٰن الرحيم - ملك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

رمضان کی مناسبت سے یہ آج کا خطبہ دعا سے متعلق ہے۔ مختلف قسم کی احادیث کی مدد سے اور آیات قرآنی کی مدد سے دعا کے مضمون پر ہی زور دیا جائے گا کیونکہ یہ دعاؤں کا مہینہ ہے۔

سورۃ الاعراف کی آیت ۵۶۔۵۷ میں ہے ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا. اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کہ اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ اور مخفی طور پر پکارتے رہو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اُسے خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے رہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دعا ہی اصل عبادت ہے۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جامع قسم کی دعاؤں کو پسند فرمایا کرتے تھے اور جو دعا جامع نہیں ہوتی تھی اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

اب جامع سے مراد یہ ہے کہ جس بات میں دعا کی جائے اس کے ہر پہلو کو لیا جائے اور جو بھی دعا کی جائے کوشش کی جائے کہ اس کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تمہیں نیک باتوں کے حکم دینے اور بُری باتوں سے روکنے کا کام کرنا پڑے گا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے تم پر کوئی سزا نازل فرمائے، پھر تم اُس سے دعائیں کرو گے مگر تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔

(مسند احمد بن حنبل. باقی مسند الانصار)

اب یہ بہت ہی اہم حکم ہے "برائی سے روکنا اور نیک باتوں کا حکم دینا" اور یہ مومن کی بنیادی صفات میں سے ہے کہ وہ ایسا کرتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زبردستی، جیسا کہ بعض مولویوں نے بنایا ہوا ہے کہ زبردستی روکو اور تلوار کے زور سے روکو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیشہ نیک باتوں کا حکم دیتے تھے اور بری باتوں سے روکتے تھے مگر کبھی تلوار کی سختی سے ایسا کام نہیں کیا۔ ہمیشہ ہی نصیحت کے ذریعہ اور حسنِ نصیحت کے ذریعے اس کام کو کیا ہے۔ پس ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حدیثوں کا آپ کی سنت کے خلاف ترجمہ نہیں کرنا چاہئے۔

ایک مسلم کتاب الزہد والرقائق میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خود اپنے خلاف بددعا نہ کرو، اور نہ ہی اپنی اولاد کے خلاف بددعا کرو، نہ ہی اپنے مالوں کے خلاف بددعا کرو کیونکہ ایسا نہ ہو کہ (اس بددعا کے وقت) تمہیں وہ گھڑی میسر آجائے جس میں اللہ تعالیٰ سے اگر کچھ مانگا جائے تو وہ اُسے قبول فرماتا ہے۔

اب ویسے اپنے خلاف کون بددعائیں کرتا ہے لیکن بعض لوگوں کو یہ گندی عادتیں ہیں کہ اپنے خلاف، اپنے بیلوں کے خلاف جن کو وہ جوت رہے ہوتے ہیں ان کے خلاف بھی بددعائیں کر رہے ہوتے ہیں، اپنی اولاد کے خلاف بھی بڑے "غلطی سے" سخت سخت لفظ بول دیتے ہیں کہ تمہارا بیڑہ غرق ہو، یہ ہو، وہ ہو۔ تو یہ جان بوجھ کر تو نہیں کرتے مگر عادتاً کرتے ہیں مگر بعض اوقات دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت اگر یہ اس قسم کی دعائیں کی جائیں تو وہ اپنے خلاف یا اپنی اولاد کے خلاف بھی قبول ہو جاتی ہیں۔ رمضان میں خصوصیت سے اپنی زبان پر اور دعاؤں پر قابو رکھنا چاہئے۔

ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ میں حضرت مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں سامنے پھیلا کر مانگو۔ ہاتھوں کو اُلٹا کرکے نہ مانگو"۔ (حضور ایدہ اللہ نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو سامنے پھیلا کر فرمایا کہ یوں مانگو جس طرح ہم مانگتے ہیں اور پھر ہاتھوں کو الٹا کرکے ناظرین کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ) یوں نہ مانگو اور دعا کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ) یہ ہمارے ہاں بھی یہی رواج ہے دعا کے بعد اپنے منہ کے اوپر ہاتھ پھیر لیتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"دعا سے وہ دعا مراد ہے جو بجمیع شرائط ہو اور تمام شرائط کو جمع کر دینا انسان کے اختیار میں نہیں جب تک توفیق ازلی یاور نہ ہو"۔ یعنی جب تک اللہ تعالیٰ توفیق نہ دے دعا کے تمام شرائط کو انسان پورا کر ہی نہیں سکتا۔ پس یہ بھی دعا ہی کا محتاج ہے کہ اللہ سے دعا کرتا رہے کہ ہمارے جتنی دعاؤں کے قبولیت کی شرائط ہیں ہمیں وہ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ "اور یہ بھی یاد رہے کہ دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلافِ مصلحتِ الٰہی بھی نہ ہو"۔

اب محض رو کے دعا کرنا کافی نہیں ہے۔ بسا اوقات اگر سختی پڑی ہوئی ہو تو تضرع پیدا ہو جاتا ہے لیکن آنحضور ﷺ کی احادیث سے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ تضرع وہی ہے جو بغیر تکلیف کے بھی ہو، کوئی بلا نہ پڑی ہو تب بھی دل میں ہمدردی ہو بنی نوع انسان کی اور ان کے لئے انسان تضرع سے دعائیں کرے۔ اور پھر دعا کو انسان یہ بھی نہیں سمجھتا کہ یہ دعا میرے لئے بہتر ہوگی کہ نہیں خلاف مصلحت الٰہی بھی نہ ہو یہ بھی انسان کی لاعلمی کا حصہ ہے اس لئے دعا ہمیشہ ایسی کرنی چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ سے یہ گزارش ہو کہ اگر تیری مصلحت الٰہی اس دعا کو قبول کرنا چاہتی ہے تو قبول فرمالے ورنہ اسے ٹال کے کسی اور رنگ میں یہ دعا ہماری قبول ہو جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں:

"بسا اوقات دعا میں شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کے لئے خلاف مصلحت الٰہی ہوتی ہے ......"۔ یعنی بے وقوفی سے انسان اپنے لئے وہ چیز مانگتا ہے جو اس کے لئے بالآخر فائدہ مند نہیں ہو سکتی بلکہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ "مثلاً اگر کسی ماں کا پیارا بچہ بہت الحاح اور رونے سے یہ چاہے کہ وہ آگ کا ٹکڑا یا سانپ کا بچہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دے یا ایک زہر جو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے اس کو کھلا دے تو یہ سوال اس بچے کا ہرگز اس کی ماں پورا نہ کرے گی اور اگر

پورا کردیوے اور اتفاقاً بچہ کی جان بچ جاوے لیکن کوئی عضو اس کا بیکار ہو جاوے تو بلوغ کے بعد وہ بچہ اپنی اس احمق والدہ کا سخت شاکی ہوگا اور بجز اس کے اور بھی کئی شرائط ہیں کہ جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں اس وقت تک دعا کو دعا نہیں کہہ سکتے۔ اور جب تک کسی دعا میں پوری روحانیت داخل نہ ہو اور جس کے لئے دعا کی گئی ہے اور جو دعا کرتا ہے ان میں استعداد قدسیہ پیدا نہ ہو تب تک توقع اثر دعا امید موہوم ہے۔ اور جب تک ارادۂ الٰہی قبولیت دعا کے متعلق نہیں ہوتا تب تک یہ تمام شرائط جمع نہیں ہوتیں اور ہمتیں پوری توجہ سے قاصر رہتی ہیں۔"

(برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱۳، ۱۴)

پس برکات الدعا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے جو ایک عام انسان کے لئے سمجھنا بہت مشکل مضمون ہے۔ لیکن تان اس بات پر ہی ٹوٹتی ہے کہ دعا کی قبولیت بھی دعا پر ہی منتج اور دعا ہی کی محتاج ہے اور دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے جو اس کے نزدیک ہماری بقا کے لئے، ہماری آخرت کے لئے بہتر ہوں۔ اور ان دعاؤں سے محفوظ رکھے جو ہمارے لئے بدنتائج ظاہر کرنے والی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں میں اثر پیدا کرے وہ اثر جو قبولیت کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ پس دعا کا علاج بھی دعا ہی سے ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مسئلے کو اٹھاتے ہیں کہ قضاء وقدر بھی مقرر ہے اور پھر دعا بھی ہے تو یہ فرق کیا ہے ان دونوں باتوں میں:۔ "یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ قضاء و قدر میں سب کچھ مقرر ہو چکا ہے مگر قضاء و قدر نے علوم کو ضائع نہیں کیا سو جیسا کہ باوجود تسلیم مسئلہ قضاء و قدر کے ہر ایک کو علمی تجارب کے ذریعہ سے ماننا پڑتا ہے کہ بے شک دواؤں میں خواص پوشیدہ ہیں اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے شک مریض کو فائدہ ہوتا ہے۔"

اب قضاء وقدر کا جہاں تک مسئلہ ہے وہ اس طرح اس معاملے میں تعلق رکھتا ہے کہ بسا اوقات دوا تو صحیح موجود ہوتی ہے، ڈاکٹر کے دماغ میں نہیں آرہی ہوتی۔ بیماری کی تشخیص ہی صحیح نہیں کر سکتا۔ دوائیں اور دے رہا ہے بیماری اور ہے۔ تو دواؤں میں اثر بھی تو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے مگر صحیح دوا کا بر موقعہ مل جانا یہ بھی تو ایک خدا کا فضل ہے۔ اور کئی دفعہ تشخیص بھی صحیح ہو جائے، دوا بھی میسر۔ دوا بھی صحیح پتہ لگ جائے کون سی ہے (مگر) وہ میسر نہیں ہوتی۔ کئی دفعہ ڈاک میں خط آتے ہیں امریکہ وغیرہ سے کہ آپ نے جو دوائی تجویز کی تھی وہ دوا ہمیں کہیں نہیں ملی۔ تو پیشتر اس سے کہ دوا ان تک پہنچے وہ اس حالت میں جان بھی دے سکتے ہیں۔ تو بہر حال یہ دعا کا مضمون بہت پیچیدہ ہے۔ قضاء و قدر کے خلاف نہیں بلکہ قضاء و قدر کے اندر ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں:"سو ایسا ہی علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک عارف کو ماننا پڑتا ہے کہ دعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربے نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دعا کرنا ایک قوت مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمت الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:"لوگ اس نعمت سے بے خبر ہیں کہ صدقات، دعا اور خیرات سے ردّ بلا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو انسان زندہ ہی مر جاتا، مصائب اور مشکلات کے وقت کوئی امید اس کے لئے تسلی بخش نہ ہوتی۔ مگر نہیں، اسی نے ﴿لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ فرمایا ہے۔ لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْدَ نہیں فرمایا"۔ اب ان دونوں باتوں میں فرق یہ ہے کہ ﴿لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ سے مراد یہ ہے جو کسی کے حق میں سچا وعدہ کیا گیا ہو وہ کبھی نہیں ٹلا کرتا۔ لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْدَ کا مطلب ہے کسی کو تنبیہ کے طور پر ایک انذار کا وعدہ کیا گیا ہو کہ تم پر یہ تباہی آئے گی، یہ بلا پڑے گی، اس کو وعید کہا جاتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ خدا نے ﴿لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ فرمایا ہے لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْدَ نہیں فرمایا۔ قرآن کریم میں کہیں لَا یُخْلِفُ الْوَعِیْدَ آپ کو نہیں ملے گا۔ "اللہ تعالیٰ کے وعید معلق ہوتے ہیں جو دعا اور صدقات سے بدل جاتے ہیں اس کی بے انتہا نظیریں موجود ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کی فطرت میں مصیبت اور بلا کے وقت دعا اور صدقات کی طرف رجوع کرنے کا جوش ہی نہ ہوتا۔ جس قدر راستباز اور نبی دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں آئے ہوں مگر یہ بات ان سب کی تعلیم میں یکساں ملتی ہے کہ انہوں نے صدقات اور خیرات کی تعلیم دی۔ اگر خدا تعالیٰ تقدیر کے محو و اثبات پر قادر نہیں تو پھر یہ ساری تعلیم فضول ٹھہر جاتی ہے اور پھر ماننا پڑے گا کہ دعا کچھ نہیں اور ایسا کہنا ایک عظیم الشان صداقت کا خون کرنا ہے۔ اسلام کی صداقت اور حقیقت دعا ہی کے نکتہ کے نیچے مخفی ہے کیونکہ اگر دعا نہیں تو نماز بے فائدہ، زکوٰۃ بے سود اور اسی طرح سب اعمال معاذ اللہ لغو ٹھہرتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۰۱، ۲۰۲، جدید ایڈیشن)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "نابینائی کی دو قسمیں ہیں ایک آنکھوں کی نابینائی ہے اور دوسری دل کی۔ آنکھوں کی نابینائی کا اثر ایمان پر کچھ نہیں ہوتا" بلکہ بڑے بڑے صاحب ایمان لوگ نابینا تھے۔ غیر معمولی ان کو اللہ تعالیٰ نے روحانیت عطا کی تھی مگر ظاہری آنکھوں کی بینائی نہیں تھی۔ "مگر دل کی نابینائی کا اثر ایمان پر پڑتا ہے اس لئے یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے پورے تذلل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں "قرآن شریف کی معجزانہ تاثیرات سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی کامل پیروی کرنے والے درجہ قبولیت کا پاتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہو کر خدا تعالیٰ اپنے کلام لذیذ اور پر رعب کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دیتا ہے اور خاص طور پر دشمنوں کے مقابل پر ان کی مدد کرتا ہے اور تائید کے طور پر اپنے غیب سے خاص طور پر ان کو مطلع فرماتا ہے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۲۵۹، حاشیہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ "قرآن شریف کے تیس (۳۰) سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ ان میں سے وہ نصیحت کون سی ہے جس پر اگر مضبوط ہو جاوے اور اس پر پورا عمل درآمد کریں تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوت دعا ہے۔ دعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کر دے گا۔" (الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء جلد ۸، نمبر ۳۲ صفحہ ۴)

سورۃ الانبیاء ۷۷ تا ۷۸: ﴿وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ. وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اِنَّهُمْ کَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾۔ اور نوح (کا بھی ذکر کر) جب قبل ازیں اُس نے پکارا تو ہم نے اسے اس کی پکار کا جواب دیا اور اسے اور اسکے اہل کو ایک بڑی بے چینی سے نجات بخشی۔ اور ہم نے اُس کی اُن لوگوں کے مقابل مدد کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا۔ یقیناً وہ ایک بڑی بدی میں مبتلا لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

یہ بھی حضرت نوحؑ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ اتنے بڑے طوفان اور بلا سے محفوظ رکھا اور ان سب کو جو آپ کے مخالف تھے غرق کر دی کہ آپ کا بیٹا بھی جو نا اہل تھا وہ بھی غرق ہو گیا اور اس کو بھی خدا تعالیٰ نے اس عذاب سے بچایا نہیں۔ حضرت نوحؑ نے گھبرا کر یہ [illegible] مجھے یہ خوشخبری تھی کہ جو میرے اہل ہیں وہ سب بچائے جائیں گے تو بیٹا بھی میرا اہل ہے لیکن وہ یہ بات نہ سمجھ سکے کہ نا خلف اہل تھا اور جب اہل کہا جاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ سچے معنوں میں وہ اہل ہو۔ اور نبی کا بیٹا بھی اگر نا خلف ہو گا تو وہ نا اہل ہو گا۔

﴿وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَکَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ﴾۔ (سورۃ الانبیاء ۸۴، ۸۵) اور ایوب (کا بھی ذکر کر) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت اذیت پہنچی ہے اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور اس کو جو بھی تکلیف تھی اسے دور کر دیا۔ اور ہم نے اُسے اُس کے گھر والے عطا کر دیئے اور ان کے ساتھ اور بھی اُن جیسے دیئے جو ہماری طرف سے ایک رحمت کے طور پر تھا اور نصیحت تھی عابدوں کے لئے۔

حضرت ایوبؑ کے متعلق بائبل میں عجیب و غریب قصہ لکھا ہے جو قرآن کریم قبول نہیں

شریف جیولرز
روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
فون دوکان 0092-4524-212515
رہائش 0092-4524-212300

کرتا۔ قرآن کریم نے اس قصےّ کی تفصیل کو ہرگز کہیں بیان نہیں کیا۔ کہا جاتا ہے کہ شیطان نے خدا تعالیٰ سے کہا تھا کہ تُو کہتا ہے میرا بندہ ایوب بہت صبر والا ہے تو مجھے کچھ دیر کے لئے اس پر تسلط دے دے۔ تو ایسی خوفناک بیماری آپ کو لگی جیسے کوڑھی ہوتے ہیں اور ان کو گاؤں کی رُوڑی پر جا کے پھینک دیا اور بیوی نے بھی احتراز کیا اور سارے رشتہ داروں نے توبہ کرلی کہ حضرت ایوبؑ اکیلے پڑے رہیں۔ یہ سب غلط باتیں ہیں، یہ بائبل کے قصےّ ہیں، قرآن ان کو قبول نہیں کرتا۔ حضرت ایوبؑ کے صبر کو ضرور مثال بناتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کئی قسم کی تکلیفوں اور دکھوں پہ آپ نے صبر کیا تھا جس کی وجہ سے وقتی طور پر اہل و عیال الگ ہو گئے تھے مگر خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا تو نہ صرف اہل واپس آئے بلکہ اور بھی عزیز اقرباء اور دُور دُور کے لوگ سبھی آپ کی محبت میں مبتلا ہو گئے۔ تو اس کا ذکر ہے جو قرآن کریم نے فرمایا ہے اور یہ محض ان کی دعا کے نتیجہ میں تھا۔

﴿وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ. فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ . اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا.وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾(الانبیاء :۹۰،۹۱)۔ اور زکریا (کا بھی ذکر کر) جب اس نے اپنے ربّ کو پکارا کہ اے میرے ربّ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ پس ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اسے یحیٰی عطا کیا اور ہم نے اس کی بیوی کو اس کی خاطر تندرست کر دیا۔ یقیناً وہ نیکیوں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور ہمیں چاہت اور خوف سے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی سے جھکنے والے تھے۔

پس حضرت زکریا کا قصہّ جو ہے وہ بھی عظیم الشان ہے۔ اس میں ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت زکریا کو بڑی عمر میں اولاد ہوئی جبکہ بیوی بھی بانجھ تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اولاد ہوئی۔ یہ اس کہنے کی باتیں ہونگی لوگوں کے لئے جو پرانے زمانے کی باتوں کو حکایت سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ہم نے خود یہ دیکھا ہے کہ آپ کو دعا کے لئے لکھا گیا اور دعا کے لئے یہ تھا کہ مجھے خدا اولاد عطا کرے اور اسی بیوی سے ہو جو بانجھ ہے۔ اب یہ عجیب و غریب دعا تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف دعا کی بلکہ لکھ دیا کہ بیٹا عطا کرے گا۔ عبدالحق صاحب جن کی اولاد اب زندہ ہے اللہ کے فضل کے ساتھ اور مجھے چند دن ہوئے ان کی ایک بیٹی ملنے بھی آئی تھیں۔ یہ وہی عبدالحق صاحب ہیں۔ بڑی بیوی سے بیٹا ملا جو بانجھ تھی۔ تو آپ پرانے زمانے کے قصوّں کو قصہّ نہ سمجھو۔ جو قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ اس کو ٹھیک کر دیا اور اس کی بیوی کو بھی ٹھیک کر دیا، بالکل درست فرمایا ہے۔ اس زمانے میں بھی تو وہی خدا ہے، وہ ایسے فعل کرتا ہے۔ چنانچہ اُن کا ایمان دیکھیں کہ بیٹا پیدا ہوتے ہی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کچھ دُور اپنے سسرال کو دکھانے کے لئے لے گئے اسی طرح ننگے کو ہی اور سردی کا مہینہ تھا۔ لوگوں نے روکا کہ مار دو گے بچہ۔ ایک ہی تو بیٹا ہوا ہے قسمت سے۔ تو وہ ہنس پڑے کہ یہ بیٹا نہیں مرتا۔ یہ تو خدا نے مجھے دیا ہے۔ ناممکن ہے کہ یہ مر جائے۔ چنانچہ اسی حالت میں وہ اسے سسرال لے گئے ان کو دکھایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ان کی اولاد دنیا میں زندہ موجود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "اے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو سب سے بہتر وارث ہے۔" (تحفۃ الندوہ. صفحہ ۵) یعنی "مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو خیر الوارثین ہے۔" (ازالہ اوہام. حصہ اوّل. صفحہ ۱۹۶) "یعنی مجھے اکیلا مت چھوڑ اور ایک جماعت بنادے۔" (الحکم جلد ۱۱. نمبر ۳. بتاریخ ۲۴/جنوری ۱۹۰۷ء. صفحہ ۹)۔ ﴿لَا تَذَرْنِى فَرْدًا......﴾ میں ایک یہ دعا بھی شامل تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہچان لی اور یہ نکتہ نمایاں کر دیا کہ اکیلا مت چھوڑ سے مراد ضروری نہیں ہے کہ صرف اولاد ہی پھیلے۔ مراد یہ ہے کہ ایک بڑی جماعت بنادے میں اکیلا نہ رہوں۔ اور اب دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کروڑہا کروڑ کی جماعت عطا ہوئی ہے خدا نے اس دعا کو سن لیا ہے۔

﴿وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾(الانبیاء:۸۸،۸۹)۔ اور مچھلی والے (کا بھی ذکر کر) جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا اور اُس نے گمان کیا کہ ہم اُس پر گرفت نہیں کریں گے۔ پس اندھیروں میں گھرے ہوئے اُس نے پکارا کہ کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ تُو پاک ہے۔ یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کرلی اور اُسے غم سے نجات بخشی اور اسی طرح ہم ایمان لانے والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"حضرت یونسؑ کی دعا بھی اپنے اندر بہت سے اسرار رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ پہلے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سے مسئول کی تعریف کی ہے۔ اور اسے مبدء تمام فیوضات کا اور اپنی ذات میں کامل اور صمد قبول کیا اور اِلَّآ اَنْتَ سے اس پر بہت زور دیا وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ (انعام:۱۸) "اگر تجھے اللہ کسی تکلیف میں ڈالے تو اُس کا دُور کرنے والا بھی اُس کے سوا کوئی نہیں" کے ماتحت دُکھ درد دُور کرنے والا اللہ ہی کو مانا اور اُسے تمام نقصوں سے منزہ اور تمام عیبوں سے مبرا جانا۔ (تشحیذالاذہان. جلد ۸. نمبر ۱. صفحہ ۳۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اور صاحبِ تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ میں لکھتے ہیں اِنَّ ذَنْبَهٗ يَعْنِىْ ذَنْبَ يُوْنُسَ كَانَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَعَدَهٗ اِنْزَالَ الْاِهْلَاكِ بِقَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْهُ فَظَنَّ اَنَّهٗ نَازِلٌ لَامُحَالَةَ فَلِاَجْلِ هٰذَا الظَّنِّ لَمْ يَصْبِرْ عَلٰى دُعَآئِهٖ فَكَانَ الْوَاجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَسْتَمِرَّ عَلَى الدُّعَآءِ لِجَوَازِ اَنْ لَا يُهْلِكَهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ یعنی یونس کا یہ گناہ تھا کہ اُس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ملا تھا کہ اس کی قوم پر ہلاکت نازل ہوگی کیونکہ انہوں نے تکذیب کی۔ پس یونس نے سمجھ لیا کہ یہ عذابِ موت قطعی اور اٹل ہے اور ضرور نازل ہوگا۔ اسی ظنّ سے وہ دعاءِ ہدایت پر صبر نہ کرسکا اور واجب تھا کہ دعا ہدایت کی کئے جاتا کیونکہ جائز تھا کہ خدا دعاءِ ہدایت قبول کرے اور ہلاک نہ کرے۔ اب...... کیسی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ یونس نبی وعدہ اہلاک کو قطعی سمجھتا تھا اور یہی اس کے ابتلاء کا موجب ہوا کہ تاریخِ موت ٹل گئی۔" (انوار الاسلام. اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ. صفحہ ۱۲ تا ۱۴)

اب یہ بنیادی مسئلہ ہے کہ وعید تو ٹل جایا کرتی ہے اور جو خدا کسی کے حق میں وعدہ کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ﴾ کبھی بھی خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کو ٹالا نہیں مگر انذار ٹال دیا کرتا ہے۔ حضرت یونسؑ کی قوم کی گریہ وزاری کا حال یہ تھا کہ ان کو حضرت یونس کے جانے کے بعد احساس ہوا کہ یہ سچا شخص تھا اور یہ عذاب ضرور آئے گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے دودھ پیتے بچوں کے دودھ چھڑا کر ماؤں کے ساتھ جنگل کو چل پڑے اور بھیڑ بکریوں کے بھی دودھ چھڑا کر بچوں کے ان بکریوں کو یا بچوں کو لے کر اکیلے میدان، جنگل میں چلے گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان بچوں اور ماؤں کے رونے پیٹنے سے ایسا دردناک منظر پیدا ہوا کہ ساری قوم نے چیخم چھاڑ مچادیا کہ اے خدا ہمیں معاف کردے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت یونسؑ کے متعلق آتا ہے کہ وہ تین دن تک باہر، شہر سے بہت دور بیٹھے ہوئے تھے اور مسافر جو شہر کی طرف سے آتے تھے ان سے پوچھا کرتے تھے بتاؤ کوئی عذاب ہوا کہ نہیں۔ جب تین دن تک کسی عذاب کی خبر نہیں ملی حالانکہ تین دن کا ان کا وعید تھا کہ تین دن میں عذاب آئے گا تو اس پر حضرت یونسؑ مغاضباً ہو گئے، بہت غضبناک ہوئے اور غضب کی وجہ نفس کی کمزوری تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ نے میرا وعدہ پورا نہ کر کے مجھے قوم کے سامنے ذلیل کر دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں:

"...... یہ بھی خیال گزرا کہ میری بات پوری کیوں نہ ہوئی پس یہی مغاضبت کی حالت تھی۔

اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ تقدیر کو اللہ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فرد قرارداد جرم کو بھی ردّی کر دیتے ہیں۔ اصول خیرات کا اِسی سے نکلا ہے۔ یہ طریق اللہ کو راضی کرنے کے ہیں۔ علمِ تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے اس لئے خیرات کرنا جان دینا ہوتا ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صدق و ثبات دکھاتا ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل و قال سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ عملی رنگ میں لاکر کسی بات کو نہ دکھایا جاوے۔ صدقہ اس کو اِس لئے کہتے ہیں کہ صادقوں پر نشان کر دیتا ہے۔ حضرت یونسؑ کے حالات میں دُرّ منثور میں لکھا ہے کہ آپؑ نے کہا کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ جب تیرے سامنے کوئی آوے گا، تجھے رحم آجائے گا۔ ؎ ایں مُشت خاك راگر نه بخشم چه كُنم۔ (الحکم جلد ۲. نمبر ۲. بتاریخ ۶/مارچ ۱۸۹۸ء. صفحہ ۲)

اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حدیث ہے لیکن اس حدیث کی کوئی روایت محفوظ نہیں ہے۔ صرف حدیث کے طور پر مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو فارسی میں گفتگو فرمائی ہے اس میں سے

ارشادِ نبوی ﷺ
(امانت داری عزت ہے)
منجانب
رکن جماعت احمدیہ ممبئی

آٹوٹریڈرز
AutoTraders
16 مینگو لین کلکتہ 70001
دکان 248-5222,248-1652,243-0794
رہائش 237-8468 ,237-0471

ایک یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ گویا کہتا ہے ایں مشت خاک را، اس مٹی کی مٹھی کو اگر میں بخش نہ دوں تو چہ کنم کیا کروں۔ آخر مٹی کی ایک مٹھی ہے اس سے تو غلطیاں ہونی تھیں۔

سورۃ النمل آیت ۶۳: ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾۔ یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ تکالیف اور دکھ کے وقت اس کی دعا کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ آرام و آسائش کے دنوں میں بکثرت دعائیں کرے (ترمذی ۔ کتاب الدعوات)۔ پس یہ وہ حدیث ہے جس کا حوالہ مَیں نے پہلے خطبہ کے دوران دیا تھا کہ عموماً لوگ اس وقت دعا کرتے ہیں جب کوئی مصیبت آ ہی پڑتی ہے اور اس وقت مشکل ہوتا ہے بعض دفعہ وہ مصیبت ٹل بھی نہیں سکتی۔ جب پورا سکون ہو، خدا تعالیٰ کی نعمتیں میسر ہوں، کوئی ابتلا نہ ہو اس وقت اگر درد دل سے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ابتلا سے محفوظ رکھے تو یہ دعائیں یقیناً مقبول ہوتی ہیں۔ پس اس بات کی عادت ڈالیں کہ بلاؤں سے پہلے ہی بلاؤں سے محفوظ رہنے کی دعائیں کریں۔

ایک اور حدیث ہے مسند احمد بن حنبل کی۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، یا یہ چاہتا ہے کہ اس کی تکلیف دور ہو جائے تو وہ تنگدستوں کے لئے کشائش پیدا کرے۔ (مسند احمدبن حنبل جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۳، مطبوعہ بیروت) یعنی غریبوں کی مدد کرنے سے اس کی تکلیف دُور ہو جاتی ہے اور یہ تو ایسا مجرب نسخہ ہے کہ تمام دنیا کے صلحاء جانتے ہیں کہ جب بھی غریبوں کی مدد کوئی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور اس کے کئی قسم کے مصائب اور مشکلات ٹل جاتے ہیں۔

حضرت خبابؓ بن الارت سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کو ساری رات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ فجر کے قریب وقت ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو خبابؓ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آج رات آپؐ نے ایسی نماز پڑھی ہے کہ مَیں نے آپ کو کبھی بھی ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا“۔ معلوم ہوتا ہے یہ آپ نے نماز مسجد میں پڑھی ہے جہاں دوسرے صحابہ کا آنا جانا بھی رہتا تھا اور کئی صحابہ کو عادت تھی کہ وہ بھی راتیں جاگ کر گزارتے تھے۔ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ یہ خوف و رجاء کی نماز تھی۔ مَیں نے اپنے ربّ عزوجل سے اس نماز میں تین دعائیں مانگی تھیں جن میں سے دو تو اُس نے قبول فرمالیں مگر ایک دعا قبول نہیں فرمائی۔ مَیں نے اپنے ربّ عزوجل سے ایک تو یہ دعا مانگی تھی کہ وہ ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے ہلاک نہ کر دے جن کی وجہ سے اُس نے ہم سے پہلی اُمتوں کو ہلاک کیا۔ چنانچہ اُس نے یہ دعا قبول کر لی۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ نے ہر اس چیز سے توبہ کی جس گناہ سے پہلے لوگوں نے پوری طرح توبہ نہ کی اور ہلاک ہو گئے اور صحابہ سب کے سب بچائے گئے۔ تو یہ دعا جو تھی پہلے لوگوں کے مقابل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ کا صدق بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ کوئی نسبت ہی نہیں پہلے نبیوں کے ماننے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کر لی۔

”چنانچہ دوسرے مَیں نے اپنے ربّ عزوجل سے یہ دعا کی تھی کہ وہ ہم پر باہر کے دشمن غالب نہ آنے دے“۔ اب یہ دیکھ لو کہ ہرگز باہر کے دشمنوں کو خدا تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر غالب نہیں ہونے دیا۔ کسی موقعہ پر، کسی غزوہ کے موقع پر۔ ایک واقعہ بھی نہیں ہے کہ باہر کا دشمن آنحضرت ﷺ پر اور آپؐ کے صحابہ پر غالب ہوا ہو۔ ”چنانچہ اُس نے یہ دعا بھی قبول فرمالی۔ اور تیسرے مَیں نے اپنے ربّ سے یہ دعا کی تھی کہ وہ ہمیں گروہ در گروہ نہ ہونے دے، مگر اُس نے یہ التجا نہ مانی“۔ (نسائی. کتاب قیام اللیل)

یعنی ہمیں فرقہ بازی سے بچائے رکھ۔ تو ہمیں افسوس ہے کہ یہ جو فرقہ بازی نظر آتی ہے۔ یہ وہ دعا تھی جو رسول اللہ ﷺ کی خدا تعالیٰ نے قبول نہ فرمائی کیونکہ یہ تمام انبیاء کے بعد ان کی قومیں فرقہ در فرقہ ہوتی رہی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی امت کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رکھا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ لکھتے ہیں: ”کون ہے جو بیچارے کی آواز سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے، وہ اس کے دکھوں کو دُور کرتا ہے اور تمہیں زمین پر دوسروں کے جانشین بناتا ہے۔ بتاؤ کوئی اور معبود اللہ کے ساتھ ہے؟ تم نصیحت کو بہت ہی کم قبول کرتے ہو۔ ایمان کی معرفت سے جو لوگ محروم ہیں وہ بھی دراصل دعاؤں سے بے خبر ہیں۔ ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اضطراب سے، تڑپ سے حق طلبی کی نیت سے تقویٰ کے ساتھ دعائیں کرتے کہ الٰہی اس زمانہ میں کون تیرا مامور ہے تو مَیں یقین نہیں کر سکتا کہ انہیں خدا تعالیٰ ضائع کرتا“۔

(حقائق الزمان جلد سوم صفحہ ۲۹۸)

اب امام کی نسبت سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اگر وہ لوگ دعائیں کرتے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کئی جگہ دشمنوں کو، مقابل کو ہدایت دی تھی کہ تم کھڑے ہو جاؤ، دعائیں کرو۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق یہ فرمایا تم دو دو، تین تین، اکٹھے ہو کر، کھڑے ہو کر دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ سے پوچھو کہ یہ سچا ہے کہ جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بتادے گا کہ وہ سچا ہے۔ پس دعا کے ذریعہ ہدایت ملنے کے بے شمار واقعات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ملتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تحریر ہے: ”خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک جگہ پر اپنی شناخت کی یہ علامت ٹھہرائی کہ تمہارا خدا وہ خدا ہے جو بے قراروں کی دعا سنتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾۔ پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے دعا کی قبولیت اپنی ہستی کی علامت ٹھہرائی ہے تو پھر کس طرح کوئی عقل اور حیا والا یہ گمان کر سکتا ہے کہ دعا کرنے پر کوئی آثار صریحہ اجابت کے مترتب نہیں ہوتے اور محض ایک رسمی امر ہے جس میں کہ کچھ بھی روحانیت نہیں۔ میرے خیال میں ہے کہ ایسی بے ادبی کوئی سچے ایمان والا ہرگز نہیں کرے گا جبکہ اللہ جلّشانہ فرماتا ہے کہ جس طرح زمین و آسمان کی صفت پر غور کرنے والے سے سچا خدا پہچانا جاتا ہے اسی طرح سے دعا کی قبولیت کو دیکھنے سے خدا تعالیٰ پر یقین آتا ہے“۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۰)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”اگر خدا تعالیٰ کے اس رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار ہو اور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گائے کے طفیل سے یا ویدوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے ”یعنی رسول اللہ کے ”طاعون دُور ہو سکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔ پس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے“۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اعلان کر دیا تھا کہ مَیں اور میری جماعت جو میرے گھر میں ہیں محفوظ رہیں گے تو آپؑ نے فرمایا کہ اب تم لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہو تو تم سارے اگر دعا کی قبولیت کے قائل ہو تو مَیں طریقہ بتادیتا ہوں اُس طرح دعائیں کرو۔ سارا ہندوستان کلیۃً آج اس بلا سے بچ جائے گا۔ وہ ترکیب یہ ہے:

”پس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے۔ گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیان کا نام لے لیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ ان کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچالے گا اور سناتن دھرم والوں کو چاہئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گاؤ کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی۔ اگر اس قدر گاؤ اپنا معجزہ دکھادے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ خود جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہئے“۔ جان بخشی سے مراد یہ ہے کہ قانون کے خلاف قرار دے دے کہ گائے ذبح کی جائے۔ ”اسی طرح عیسائیوں کو چاہئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور ان کی حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبد الجبار اور عبد الحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں۔ اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دِلّی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور مولوی محمد حسین بٹالوی دِلّی کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سبکدوشی ہو جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ اور بالآخر یاد رہے کہ یہ

تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے ملہم اور آریوں کے پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی"۔ یہاں قادیان کو مؤنث فرمایا ہے آپ نے۔"سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔ بالآخر میاں شمس الدین صاحب کو یاد رہے کہ آپ نے جو اپنے اشتہار میں آیت ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی امید کی ہے۔ یہ امید صحیح نہیں ہے کیونکہ کلام الٰہی میں لفظ مُضطَرّ سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں، نہ سزا کے طور پر۔ لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تختۂ مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطرار کے وقت قبول کی جاتیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے اُن قوموں کو ہلاک کر دیا اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے ﴿مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ "کہ کافروں کی دعا سوائے ضلالت کے اور کسی مراد کو نہیں پہنچتی۔(رسالہ دافع البلاء۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۰،۲۳۲)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات ہیں جو میں عرض کرتا ہوں۔"اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ اُجِيْبُ"۔ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

الہام "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ اُجِيْبَتْ دَعْوَتُكَ. اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ترجمہ فرمایا ہے:"اللہ تعالیٰ نے تیری دعا سن لی۔ تیری دعا قبول کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔

(تذکرہ صفحہ ۶۷۳ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر الہام ہے "ذلیل انسان کا بیڑہ غرق ہو گیا، تیری دعا قبول کی گئی۔ جو لوگ تیری طرف توجہ نہیں کرتے وہ خدا کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے"(تذکرہ صفحہ ۷۰۳ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)۔ اس ذلیل شخص سے مراد ایک آریہ بدگو تھا جو برباد ہو گیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کی روشنی میں۔

پھر ۱۴؍ اپریل ۱۹۰۷ء کا الہام ہے "اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ"۔ اس کا ترجمہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے یہ کیا ہے "میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں"۔

(تذکرہ صفحہ ۷۱۴ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۱۹۰۶ء عیسوی کا ایک الہام ہے:"تیری دعا قبول کی گئی"۔

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک اُردو کی دعا میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"اے میرے قادر خدا میری عاجزانہ دعائیں سن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش اس دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستباز اور موحّد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین۔

اے میرے قادر خدا مجھے یہ تبدیلی دنیا میں دکھا اور میری دعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر آمین، ثم آمین۔ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"۔(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴)

اب عنقریب ہم آخری عشرہ میں داخل ہونے والے ہیں تو اسی لئے دعا کا مضمون بھی جاری رکھا گیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ بہت کو سچی دعاؤں کی توفیق ملے گی اور خدا تعالیٰ آپ میں سے جو اعتکاف بیٹھ رہے ہیں ان کا اعتکاف قبول فرمائے۔

بقیہ: درس القرآن از صفحہ نمبر ۳

یہ خیال کسی نہ کسی رنگ میں ہے۔ یہود کہتے ہیں کہ انہیں زیادہ سے زیادہ تین دن کے لئے عذاب دیا جائے گا اور عیسائی کہتے ہیں کہ کفارہ یسوع کی وجہ سے انہیں بالکل عذاب نہیں ملے گا۔ عجیب بات ہے کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے متعلق تین دن کی سزا کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ ساری لعنتیں حضرت عیسیٰ کے سر پر ڈال دی گئی ہیں۔ اب جتنا چاہو تم گناہ کرتے رہو۔ ایک پادری کے متعلق حال ہی میں اخباروں میں آیا تھا جو کسی بدفعل میں پکڑا گیا اور اس نے بڑی جرأت سے یہ بیان دیا کہ میرے گناہ تو مسیح پر ایمان کے نتیجہ میں بخشے گئے ہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو عیسائیت اور یہودیت کے غلط خیالات کا بطلان قرآن کریم میں جگہ جگہ ملتا ہے۔

آیت ۱۷۱: ﴿وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾

اور وہ لوگ جو کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں ہم یقیناً اصلاح کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بالکل واضح بات ہے۔ جو سچے دل سے قرآن کو پکڑتے ہیں وہ کبھی ضائع نہیں ہوتے۔

آیت ۱۷۲: ﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾۔ اور (یاد کرو) جب ہم نے پہاڑ کو ان پر بلند کیا گویا وہ ایک سائبان تھا اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر گرنے ہی والا ہے۔ (اے بنی اسرائیل!) جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جو اس میں ہے (اُسے) یاد رکھو تاکہ تم تقویٰ شعار ہو جاؤ۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا یہاں پہاڑ کو بلند کرنے کے متعلق بعض مفسرین نے غلط فہمی سے یہ لکھ دیا ہے کہ پہاڑ کو اٹھا کر ان کے اوپر کر دیا تھا، یہ درست نہیں۔ دراصل بعض وقت پہاڑ کی چٹانیں بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہیں اور ایک طرف کو جھکی ہوئی ہوتی ہیں اور لگتا ہے کہ اوپر گرنے والی ہیں۔ اس وقت اگر زلزلہ آ جائے تو لگتا ہے کہ اوپر گر جائے گی۔ حضور ایدہ اللہ نے اس سلسلہ میں اپنا ایک ذاتی مشاہدہ بھی بیان فرمایا کہ پہاڑ کا ایک حصہ آگے اتنا بڑھا ہوا تھا کہ اس کے نیچے جانوروں کے بڑے بڑے گلے پناہ لیتے تھے۔

آیت ۱۷۳: ﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ﴾ (سورۃ الاعراف ۱۷۳)۔ اور (یاد کرو) جب تیرے ربّ نے بنی آدم کی صلب سے ان کی نسلوں (کے مادۂ تخلیق) کو پکڑا اور خود انہیں اپنے نفوس پر گواہ بنا دیا (اور پوچھا) کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ مبادا تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے یقیناً بے خبر تھے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دہریت کا شکار ہیں مگر ان کے نفس کے اندر ایسی ایک گواہی ہے جس کا وہ انکار نہیں کر سکتے کہ وہ مخلوق ہیں اور ان کا پیدا کرنے والا ضرور کوئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ انسانی زندگی کا نظام بہت پیچیدہ ہے۔ اس ضمن میں حضور نے کانوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور فرمایا کہ انسان صرف اس پر غور کرے تو خدا کی ہستی تک پہنچ سکتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دہریہ فلاسفر نے بھی اس کو سب سے بڑی مضبوط دلیل بتایا ہے کہ تمام عالم میں ایک بھی ملک ایسا نہیں جہاں اللہ کا تصور نہ ہو۔ پرانے زمانے میں زبانوں اور مسافتوں کے اختلاف کی وجہ سے ناممکن تھا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ یہ تصور پہنچا ہو۔ آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کے چھ سو قبائل تھے ان کی زبانیں مختلف تھیں، ان کی سرحدیں الگ الگ تھیں۔ محققین نے بتایا ہے کہ ان سب میں بلا استثناء اللہ کا تصور موجود ہے۔ اس کا نام جو مرضی ہے رکھیں مگر کہتے ہیں کہ ایک سب سے بالا ہستی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی صلب میں یہ بات رکھ دی تھی۔ ہر انسان کی فطرت میں یہ بات ہے کہ میں ہوں تو میرا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ تو ہر انسان کا وجود خدا کی ہستی کی دلیل ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" وَاَشْهَدَهُمْ: ہر ایک لڑکے کو جب ہوش آتا ہے تو وہ اپنے پر گواہ ہوتا ہے کہ میں اپنا رب نہیں ہوں بلکہ ایک اور مدبر بالا رادہ ہستی ہے"۔(بحوالہ حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۲۴۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:"﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ ہر یک روح نے ربوبیت الٰہیہ کا اقرار کیا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ یہ بھی ایک فطرتی اقرار کی طرف اشارہ ہے"۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۸۳، ۱۸۵ حاشیہ نمبر ۱۱)

اسی طرح فرمایا:"ایسی چیز جو مظہر جمیع عجائبات صنعت الٰہی ہے مصنوع اور مخلوق ہونے سے باہر نہیں رہ سکتی"۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ کوئی بھی جاندار ہو وہ اللہ تعالیٰ کی صنعت پر ایک دلیل ہے۔ کس طرح وہ پیدا ہوا، کیسے اس کا ارتقاء ہوا۔ ارتقاء کو بے شک مان لیں لیکن کیسے ہوا یہ عجیب چیز ہے۔ لمبا حیرت انگیز نظام

ہے۔ آسٹریلیا کے کنگرو کو دیکھ لیں مادہ کے پیٹ کے نیچے تھیلی ہے اس میں دودھ ہیں اس میں وہ بچہ رکھتی ہے۔ وہ تھیلی کیسے بن گئی۔ اس کا بچہ جو بہت چھوٹا ہوتا ہے بھاگ نہیں سکتا۔ وہ تھیلی بنی بنائی اسے ملی اس میں وہ رہتا ہے وہیں اس کے لئے ماں کے دودھ بھی ہیں۔ یہ ارتقاء خود بخود نہیں بلکہ Directed ارتقاء ہے۔ ہر قدم پر ارتقاء بے شمار غلط راستے اختیار کر سکتا تھا مگر اللہ نے ہر جگہ اسے صحیح راستہ پر چلایا یہ ارتقاء خود بخود نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”ایسی چیز جو مظہر جمیع عجائبات صنعت الٰہی ہے مصنوع اور مخلوق ہونے سے باہر نہیں رہ سکتی بلکہ وہ سب چیزوں سے اول درجہ پر مصنوعیت کی مہر اپنے وجود پر رکھتی ہے اور سب سے زیادہ تر اور کامل تر صانع قدیم کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ سو اس دلیل سے روحوں کی مخلوقیت صرف نظری طور پر ثابت نہیں بلکہ درحقیقت اجلی بدیہیات ہے ماسوا اس کے دوسری چیزوں کو اپنی مخلوقیت کا علم نہیں مگر روحیں فطرتی طور پر اپنی مخلوقیت کا علم رکھتی ہیں۔ ایک جنگلی آدمی کی روح بھی اس بات پر راضی نہیں ہو سکتی کہ وہ خود بخود ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ. قَالُوْا بَلٰى﴾ یعنی روحوں سے مَیں نے سوال کیا کہ کیا مَیں تمہارا ربّ (پیدا کنندہ) نہیں ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ یہ سوال و جواب حقیقت میں اس پیوند کی طرف اشارہ ہے جو مخلوق کو اپنے خالق سے قدرتی طور پر متحقق ہے“۔ یعنی یہ تمثیلی کلام ہے جو ثابت کرتا ہے کہ اگر روحیں اپنے نفس سے پوچھیں تو انہیں اس کے سوا کوئی جواب نہیں ملے گا کہ ہاں ہمارا ایک خالق ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ”جس کی شہادت روحوں کی فطرت میں نقش کی گئی ہے“۔ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)

آیت ۱۷۴: ﴿اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ. اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ یا تم کہہ دو کہ شرک تو پہلے ہمارے آباء و اجداد ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد آنے والی نسل ہیں۔ تو کیا جھوٹے لوگوں نے جو کیا اُس کے سبب سے تُو ہمیں ہلاک کر دے گا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ پہلی آیت کے تسلسل میں اس کو پڑھیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ براہ راست کسی نبی کے ذریعہ تعلیم ملے یا نہ ملے اس کی روح میں جو پیوست تعلیم ہے وہ اس کو جھوٹا کرے گی۔

آیت ۱۷۵: ﴿وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ اور اسی طرح ہم آیات کو خوب کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ شاید وہ (حق کی طرف) لوٹ آئیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مختلف پیرایہ میں پھیر پھیر کر بات کو بیان فرماتا ہے تاکہ ہر قسم کے مزاج اور ہر قسم کے دماغ کے لئے تسلی کا سامان ہو۔ پس آیات کو پھیرنے سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر پہلو سے ان پر حجت پوری کر دیتا ہے۔

آیت ۱۷۶: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴾۔ اور تُو اُن پر اس شخص کا ماجرا پڑھ جسے ہم نے اپنی آیات عطا کی تھیں پس وہ ان سے باہر نکل گیا پس شیطان نے اس کا تعاقب کیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

اس کی تشریح میں سب سے پہلے حضور ایدہ اللہ نے ﴿انْسَلَخَ﴾ کی حل لغات پیش فرمائی السَّلْخُ کے اصل معنے کھال کھینچنے کے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں سَلَخْتُهٗ فَانْسَلَخَ کہ مَیں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھچ گئی۔ پھر اسی سے استعارہ کے طور پر زرہ اتارنے اور مہینہ کے گزر جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سَلَخْتُ دِرْعَهٗ مَیں نے اس کی زرہ اتار لی۔ سَلَخَ الشَّهْرُ وَانْسَلَخَ کے معنی ہیں مہینہ گزر گیا۔ (مفردات امام راغب)

﴿الْغٰوِيْنَ﴾ کی تشریح میں حضور نے فرمایا کہ اَلْغَیُّ اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ کیونکہ جہالت کبھی تو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہے اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ پہلی قسم کی جہالت کا نام غَیٌّ ہے...... یعنی جب عقیدہ میں جہالت ہو تو اسے غَیٌّ کہتے ہیں۔ غَاوٍ: بھٹک جانے والا، گمراہ اس کی جمع غَاوُوْنَ اور غَاوِيْنَ آتی ہے۔ (مفردات امام راغب)

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت بھی ظاہر کرتی ہے کہ رفع کا معنی جسم سمیت اٹھانا نہیں اور اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلعم باعور کو اللہ تعالیٰ گویا کھینچ کر اوپر لے جانا چاہتا تھا اور وہ بچہ کی طرح ضد کر کے نیچے کی طرف رہا۔ بلکہ ﴿اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ سے مراد دنیوی حرص اور دنیا کی ہوس ہے۔

لفظ ﴿يَلْهَثْ﴾ کی حل لغت میں حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ لَهِثَ. يَلْهَثُ لَهْثًا۔ سخت پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالنا۔ ابن درید کہتے ہیں کہ لَهْثٌ کا لفظ درماندگی اور پیاس دونوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔ (مفردات امام راغب)

امام رازی فرماتے ہیں کہ ”ابن عباسؓ نے فرمایا ﴿وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ مقاتل کہتے ہیں کہ دنیا مراد ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ اس نے دنیا میں سکینت و سکونت پائی۔ علامہ واحدی کے نزدیک ان علماء نے اس آیت میں الارض سے مراد دنیا لی ہے کیونکہ دنیا ہی زمین ہے کیونکہ اسی میں وراثت زر و مال اور دیگر سامان متاع از قسم معادن و نباتات و حیوانات ہیں جو زمین سے نکلتے ہیں۔ اور وہ اسی زمین سے قوت اور تکمیل پاتی ہیں۔ پس دنیا ساری کی ساری زمین ہی ہے۔ پس زمین سے دنیا کو مراد لینا درست ہے اور ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ یکدم ظاہر پر ہی محمول کیا جاتا تو یہ کہا جاتا اگر ہم چاہتے تو اس کا رفع فرما دیتے لیکن ہم نے نہیں چاہا۔ مگر فرمایا ﴿وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ (کہ لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا) جب یہی معنی متحقق ہوئے تو لازماً ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ اس کا قائم مقام ٹھہرے گا۔ جس کا معنی ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آیات سے وابستگی سے روگردانی کی اور خواہشات کی پیروی کی۔ پس بے شک وہ ہلاکت کی دوزخ میں گرا۔ یہ آیت اصحاب علم کے لئے مشکل آیات میں سے ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس شخص کو اپنی آیات اور نشانیوں سے خاص کرنے، اسے اسم اعظم سکھانے، اور دعاؤں کی قبولیت سے ممتاز کرنے کے بعد جب اس نے خواہشات کی پیروی کی تو دین سے نکل گیا اور وہ کتے کے درجے پر آیا“۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مفسرین کے خیال کی باتیں ہیں کہ وہ اسم اعظم کی رو سے ہر قسم کا انقلاب برپا کر دیا کرتا تھا۔

پھر امام رازی لکھتے ہیں:

”اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کثرت سے نازل ہوں گی۔ پس جب بھی وہ خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے ہدایت کی تقلید سے اعراض کرے گا تو اس کی اللہ تعالیٰ سے دوری بھی بہت زیادہ ہو گی اور اسی کی طرف رسول اکرم ﷺ کے اس قول میں ارشاد ہے ”مَنِ ازْدَادَ عِلْمًا وَلَمْ يَزْدِدْ هُدًى لَمْ يَزْدِدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا“ کہ جو علم میں ترقی کرے اور ہدایت میں ترقی نہ کرے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ سے دُوری میں ہی بڑھتا ہے۔ یا اس قسم کی بات کی جس کا مفہوم یہی ہے“۔

(تفسیر کبیر رازی)

اسی طرح امام رازی کہتے ہیں کہ: ”پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ کہ اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ پس آیات اللہ کے سب مکذبین کے لئے یہ تمثیل عمومیت کا رنگ رکھتی ہے۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں جو ہادی کی آمد کی خواہش رکھتے تھے جو انہیں ہدایت سے ہمکنار فرمائے اور ایک داعی کے منتظر تھے جو انہیں اطاعت الٰہی کی طرف دعوت دے پھر وہ ان کے پاس آیا جس کے صدق اور دیانت میں وہ ذرا بھی شک نہیں کرتے تھے لیکن پھر بھی اس کو جھٹلا دیا۔ پس ان کو تمثیلی رنگ میں ایسا کتا قرار دیا گیا جس کو خواہ اس پر کوئی چیز اٹھائے یا چھوڑ دے دونوں صورتوں میں ہانپتا ہے کیونکہ وہ ہدایت یافتہ اس وقت بھی نہیں تھے جب انہیں رسول کے بغیر چھوڑا گیا اور اب جبکہ رسول آ گیا ہے پھر بھی ہدایت قبول نہیں کی اور وہ ہر حالت میں گمراہی پر قائم رہے بالکل اس کتے کی طرح جو ہر حالت میں ہانپتا ہے“۔ (تفسیر کبیر رازی)

سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۷ کا درس ابھی جاری تھا لیکن چونکہ اتوار کے روز درس کے آخر پر اس سے متعلق حاضرین کو سوالات کا موقعہ دیا جاتا ہے اس لئے حضور انور ایدہ اللہ نے اسی پر درس ختم فرمایا اور حاضرین کو سوالات کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آج بھی بعض احباب نے سوالات دریافت کئے جن کے جوابات حضور ایدہ اللہ نے عطا فرمائے اور اس کے ساتھ یہ پاکیزہ مجلس اپنے اختتام کو پہنچی۔

(مرتبہ: ابولبیب)

تصحیح:- آخری صفحہ میں رجسٹریشن نمبر کی بجائے پوسٹل رجسٹریشن نمبر غلطی سے لکھا گیا ہے جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

معاند احمدیت شریر اور فتنہ پرداز مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بلاناغہ پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے۔ انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&

MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎2370509

تاریخ کے اوراق

مُلّا اِزم اور جہالت

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خودنوشت سوانح حیات مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین سے چند دلچسپ واقعات

۱)......ایک مرتبہ شاہدرہ کے اسٹیشن کے قریب ریل میں ایک نوجوان مسلمان نے مجھ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا اور اس نے مجھ کو مولوی صاحب کہکر مخاطب کیا۔اس کی زبان سے مولوی صاحب کا لفظ سن کر ایک اور سفید ریش مسلمان جو اسی کمرہ میں بیٹھا تھا اور سونے کی انگوٹھیاں بھی پہن رکھی تھیں فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے قریب گیا اور اپنا منہ کھڑکی سے باہر نکال لیا۔اور ہماری طرف سے پشت پھیر لی میں سمجھ گیا کہ اس کو کوئی نفرت ہے۔میں نے اس نوجوان کو اسکے مسئلہ کا جواب نہایت وضاحت اور تشریح کے ساتھ فلسفیانہ طور پر بآواز بلند بتانا شروع کیا تاکہ وہ سفید ریش بھی ضرور سنے۔وہ مسئلہ دریافت کرنے والا بھی حیران تھا کہ میں نے ایک ذراسی بات دریافت کی تھی اس نے اتنی لمبی چوڑی تقریر کی۔جب میں کہہ چکا تو سائل نے میرا شکریہ ادا کیا کہ میری وجہ سے آپ نے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔

اس سفید ریش نے بھی چونکہ میری تمام تقریر سنی تھی آخر وہ بھی میری طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہاں اس گاڑی میں اور کوئی جگہ کہیں جانے کی نہ تھی اس لئے مجبوراً آپ کی باتیں مجھ کو بھی سننی پڑیں۔دراصل بات یہ ہے کہ میں جب کسی شخص کو سنتا ہوں کہ یہ مولوی ہے تو میری رنگت زرد ہو جاتی ہے اور میں نہایت خوف کھاتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ لودھیانہ میں جب شروع ہی شروع انگریز آئے وہاں ایک مولوی صاحب وعظ بیان فرمارہے تھے میرا باپ بھی وہاں چلا گیا میں بھی اس کے ساتھ ہولیا۔میں اپنے باپ کا ایک ہی بیٹا تھا میری عمر بہت تھوڑی تھی لیکن بہت سمجھدار تھا۔مولوی صاحب نے وعظ میں بیان کیا کہ دریائے نیل چاند کے ایک پہاڑ سے نکلا ہے۔ایک شخص نے کہا کہ چاند تو ہمارے سر پر ہو کر گزرتا ہے ہم پر تو کوئی چھینٹ نہیں پڑتی اور نہ وہ دریائے نیل اس میں سے نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔یہ سنتے ہی مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کافر ہے،اس کو لینا،خبردار جانے نہ پائے،بس پھر کیا تھا اس وعظ میں کشمیری بھی بہت تھے چاروں طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے جوتوں اور تھپڑوں سے مارتے مارتے بے ہوش اور آدھ مویا کر دیا۔میرے دل میں اسلام سے بڑی نفرت پیدا ہوئی۔اسی وقت وہاں سے اٹھا اور سیدھا ایک پادری کے پاس گیا کہ مجھ کو عیسائی بنالو اور کہیں دور جلد بھیج دو۔پھر اب تک مجھ کو اپنے باپ کا حال معلوم نہیں۔میں نے صرف انگریزی پڑھی۔عیسائی مذہب کی تمام کتابیں پڑھکر اعلیٰ درجہ کا پادری بنا۔بہت دنوں تک مسیحی مذہب کا وعظ کرتا رہا اور مشن کا افسر ہوگیا۔ایک روز ایک انگریز جو جالندھر کا کمشنر بھی رہ چکا ہے ضلع جہلم میں مہتمم بندوبست بھی رہا ہے اور آخر کو جج ہوگیا تھا میرے پاس آیا اور مجھ کو ایک رسالہ دکھایا کہ اس میں لکھا ہے کہ اب دریائے نیل کا منبع معلوم ہوگیا ہے ہماری قوم بھی کیسی جفاکش ہے دریائے نیل کا منبع معلوم کرنے میں بہت سے لوگ اپنی عمریں ضائع کر چکے۔بعض خاندانوں کی کئی کئی پشتیں اسی تحقیق میں گزر گئیں آخر اب معلوم ہوا کہ دریائے نیل **جبل القمر** سے نکلتا ہے۔وہ ایک پہاڑ ہے جس پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے اس کا نام جبل القمر یعنی چاند کا پہاڑ ہے۔میں اس انگریز سے وہ رسالہ لیکر اور اس کو ٹالکر اندر کمرے میں چلا گیا اور اپنے باپ کو یاد کر کے بہت رویا۔اور میں نے کہا کہ اے خدا ایک مولوی کی وجہ سے تو میں عیسائی ہوا تھا اور اب ایک عیسائی کے ذریعہ سے میں مسلمان ہوتا ہوں۔اس میں شک نہیں کہ اسلام سچا مذہب ہے۔لیکن یہ میں نہیں جانتا کہ وہ اسلام ہے کیا اور اس کی اصلیت کیا ہے۔بہر حال میں مسلمان ہوں۔چنانچہ میں اس روز سے مسلمان ہوں۔لیکن آج تک کسی مولوی سے نہیں ملا اور نہ کسی مولوی کی باتیں سنیں۔آج آپ کی باتیں سنکر میرا خیال اس قدر بدلا کہ سب مولوی یکساں نہیں ہوتے۔لیکن مجھکو ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کسی مولوی کی بات سن کر پھر عیسائی نہ ہو جاؤں اور میری خواہش یہ ہیکہ مسلمان ہی مروں ☆☆

۲)......لاہور میں ایک شخص مولوی رحیم بخش چینیا والی مسجد میں رہتے تھے انہوں نے اسلام کی پہلی، دوسری، تیسری، وغیرہ بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ایک مرتبہ وہ بڑے زور وشور کے ساتھ مجھ سے مباحثہ کرنے کے لئے آئے اور آتے ہی کہا کہ قرآن تو مُجْمَلْ ہے اس اجمال کی تفصیل کے لئے اور کس کتاب سے مدد لیں؟ میں نے کہا خدائے تعالیٰ تو فرماتا ہے کِتَابًا مُفَصَّلاً آپ فرماتے ہیں مجمل بس اٹھکر چلے گئے اور کہا کہ ساری عمر آپ سے مباحثہ نہیں کروں گا۔چنانچہ پھر ساری عمر مجھ سے بحث نہیں کی۔☆☆

۳)......ایک دوسرا واقعہ بھی عجیب ہے۔میں کشمیر میں تھا وہاں رات کو بذریعہ خبر پہنچی کہ رمضان کا چاند دیکھا گیا ہے۔میں نے لوگوں کو کہہ دیا کہ صبح روزہ رکھیں۔ایک مولوی صاحب جو بڑے مشہور مولوی ہیں میرے پاس آئے اور کہا آپ نے روزہ رکھنے کا فتویٰ دیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔تار کے ذریعہ سے خبر آگئی ہے۔کہنے لگے کہ توبہ توبہ کیا تم تار کی خبر کا اعتبار کرتے ہو؟ میں نے کہا کیوں اعتبار کیوں نہ کیا جائے کہنے لگے حضرت تم کو کیا خبر،ہم تو خوب واقف ہیں۔ایک مرتبہ میرے پاس تار آیا میں تار بابو کے پاس گیا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔اس نے کہا اس میں لکھا ہے کہ ”بُرْکُٹ بیمار ہے“۔میں نے کہا پھر دریافت کرو اصل بات کیا ہے۔اس نے پھر یہی کہا ”بُرْکُٹ بیمار ہے“ حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ میری لڑکی جس کا نام برکت تھا وہ بیمار تھی اس بابو نے برکت کا بُرْکُٹ ہی بتایا بھلا جب نام بھی صحیح نہیں بتا سکتے تو خبر کیا درست بتائیں گے لہٰذا۔تار کی خبر پر ہرگز عمل نہ کیا جائے۔عجب بات یہ ہے کہ مولوی صاحب بھی ہرگز نہ سمجھ سکے اور مجھ کو خاموش ہی ہونا پڑا۔☆☆

اسلامی سیٹلائٹ چینل شروع کرنے کا فیصلہ

شارجہ ۲۴ دسمبر (یو این آئی) مسلم ممالک نے اسلام کے فروغ اور دنیا کے سامنے مسلمانوں کی صحیح امیج کو پیش کرنے کے مقصد سے تین ارب ڈالر کی لاگت سے مختلف زبانوں میں اسلامک سیٹلائٹ چینل شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اسلامی تعلیمی، سائینسی اور ثقافتی تنظیم (ISESCO) کی مجلس عاملہ کی ۲۲ ویں میٹنگ میں شریک ۳۱ ملکوں کے نمائندوں کو بتایا گیا کہ ابتدائی طور پر یہ چینل انگریزی میں پروگرام شروع کرے گا۔

بعد میں یہ نشریات فرانسیسی، اسپینی، پرتگالی، اور ہندی اور چینی سمیت دیگر اہم زبانوں میں بھی شروع کی جائیں گی۔

گلف نیوز نے اس تجویز کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ موجودہ صورت حال میں زبان اور فرقوں سے اوپر اٹھ کر ایک عظیم تر امت مسلمہ کو متحد کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جارہی ہے۔

(بشکریہ روزنامہ قومی تنظیم پٹنہ بتاریخ 25-12-2001)

ولادت

مکرمہ حامدہ بیگم اہلیہ مکرم اکرام خان صاحب آف کیرنگ کو اللہ تعالیٰ نے پہلا لڑکا عطا فرمایا ہے۔بچے کے نیک صالح اور خادم دین ہونے کے لئے نیز صحت وتندرستی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

☆ مکرم انور علی خان صاحب کی نوکری سی.آر.پی.ایف میں ہوئی ہے۔ملازمت کے مبارک ہونے اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

☆ مکرم حسین خان صاحب آف کیرنگ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ریلوے میں ملازمت مل گئی ہے۔ملازمت کے بابرکت ہونے نیز دینی ودنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

☆ عزیزم شیخ ساحل صاحب ولد شیخ ابراہیم صاحب آف کیرنگ بیمار ہیں کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

☆ محمد ظہور حسین صاحب آف کیرنگ سبھی بچوں کی دینی ودنیاوی ترقیات اور عزیز ریاض احمد کی پریشانی کے ازالہ اور شفائے کاملہ وعاجلہ کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

☆ مکرمہ نور جہاں بیگم صاحبہ آف نرگانگ اپنے لڑکے بشیر خان کی صحت وسلامتی کے لئے جو شدید بیماری کے بعد شفایاب ہوئے ہیں۔نیز پریشانی کے ازالہ کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ (مینجر بدر)

اعلان نکاح

مکرم گلزار علی صاحب ابن مکرم نصیر الدین صاحب ساکن دھیرا ضلع کانگڑہ ہماچل کا نکاح محترمہ شاہدہ بانو بنت مکرم عبد الرشید صاحب ساکن بھام ضلع گورداسپور کے ساتھ مبلغ اکتیس ہزار روپے حق مہر پر مکرم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوت الی اللہ بھارت نے بعد نماز عصر احمدیہ مسجد بھام میں پڑھا۔رشتہ کے ہر جہت سے بابرکت ہونے کے لئے قارئین کرام کی خدمت میں عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔اعانت ۵۰ روپے۔

(رفیق احمد طارق سرکل انچارج امرتسر)

بقیہ صفحہ: (12)

بن جائیں۔یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مسیح موعود ظاہر ہوگا عیسائیوں کا بہت زور ہوگا اور عیسائیت کی ضلالت ایک سیلاب کی طرح زمین پر پھیلے گی اور اس قدر طوفان ضلالت جوش مارے گا کہ بجز دعا کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا اور تثلیث کے واعظ اس قدر مکر کا جال پھیلائیں گے کہ قریب ہوگا کہ راستبازوں کو بھی گمراہ کریں۔لہٰذا اس دعا کو بھی پہلی دعا کے ساتھ شامل کر دیا گیا اور اسی ضلالت کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم دجال کو دیکھو تو سورۃ الکہف کی پہلی آیتیں پڑھو“۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۷ تا ۷۲۔ طبع اول یکم ستمبر ۱۹۰۲ء مطبع ضیاء الاسلام قادیان)

منقولات

دیوبندی اور بریلوی

جنہوں نے مسلم معاشرہ کوذات پات میں بانٹ رکھا ہے!

مذہبی نظریہ سے برابر ہونے کے باوجود آخر مسلم معاشرہ اتنے فرقوں میں کیوں بٹا ہے؟

ہندوستان میں مسلم معاشرہ آج بھی نہ صرف ذات پات اور رنگ ونسل کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے بلکہ ہندوستان کے کچھ خودغرض علماء نے اپنی کتابوں میں قرآن اور حدیث کا واسطہ دیتے ہوئے مسلمانوں کو ذات اورنسلی تفرقہ کی بنیاد پر بانٹ رکھا ہے۔

دلت رہنماؤں نے بھی پچھلے دس سالوں میں مسلمانوں کو دلت اور برہمن کے درجہ میں بانٹنے کی کوشش کی ہے۔کانشی رام کی بہوجن سماج پارٹی نے سیّدوں کے خلاف عام مسلمانوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ مگر جب پارٹی میں اسکی مخالفت ہوئی تو اسے پارٹی تک ہی محدود کردیا۔

جنتادل کے رہنما شرد یادو نے دوسال پہلے کچھ لوگوں سے ایک بات چیت میں کہا تھا،''تم مسلمانوں میں پھیلے ذات پات کا علاج کرو۔سبھی سیّد نوکریوں اور سیاست پر چھائے ہوئے ہیں اور انصاریوں کو آگے بڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔''

شرد یادو کا یہ کہنا کتنا صحیح ہے اسکا اندازہ بہار میں گوڈہ لوک سبھا علاقہ کے 1996 کے انتخابات سے لگایا جاسکتا ہے۔اس انتخابی علاقہ میں دومسلم امیدوار میدان میں تھے اور دونوں انصاری تھے اس علاقہ کے مسلم ووٹر زیادہ تر شیخ ہیں۔ان شیخ مسلمانوں نے انصاری مسلم امیدوار کو اس لئے ووٹ نہیں دیا کہ وہ جُلاہے ہیں۔اس لئے انہوں نے کانگرس،سمتا پارٹی اور بھاجپا کو ووٹ دیا۔

جہاں تک مذہب کا معاملہ ہے اس میں مسلمانوں کا کوئی تفرقہ نہیں ہے۔سبھی مسلمان ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔کسی بھی فرقہ کا مسلمان کسی بھی قطار میں کھڑا ہوسکتا ہے۔مذہب کی تعلیم حاصل کرنے میں بھی کوئی بھید بھاؤ نہیں ہے۔

لیکن مسلم معاشرہ میں شادی سے لیکر سبھی معاشرتی معاملوں میں نسلی تفرقہ برتا جاتا ہے۔ملک بھر میں پھیلے امام اور علماء 'بہشتی زیور' کتاب اور فتووں کی روشنی میں تفرقہ کو منظوری دیتے ہیں۔یہ کتاب قرآن کی روشنی میں مسلم معاشرہ کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں رنگ ونسل کا جو رجحان دیکھنے کو ملتا ہے اسکو مذہبی رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔اس لئے مسلمانوں کو تین فرقوں میں بانٹا گیا ہے۔(۱) اعلیٰ درجہ (۲) متوسط درجہ (۳) نچلا درجہ

اعلیٰ درجہ میں سیّد اور پٹھان آتے ہیں۔متوسط درجہ میں عراقی،انصاری، ادریسی، رائین، گدی، چِلب، اور دفالی آتے ہیں۔اور نچلے درجہ میں نائی، دھوبی اور بھنگی آتے ہیں۔

اعلیٰ خواندگی یافتہ صوبہ کیرل کے مسلمان بھی کئی نسلی جاتیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ Victor S. D'Souza نے ان مسلمانوں کی معاشرتی حالت پر تحقیق میں پانچ نسلی جاتیوں کا ذکر کیا ہے۔(۱) تھنگل (۲) عربی (۳) مالاباری (۴) پسلر (۵) اوسن

تھنگل مسلمان سیّد ہیں۔انکو کیرلہ میں اعلیٰ درجہ ملتا ہے۔تمام مسلمان ان کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔عربی اور مالاباری مسلمان شیخوں کے درجہ میں آتے ہیں۔پسلر مسلمان اپنے پرانے پیشوں سے جڑے ہوئے ہیں۔اوسن مسلمان اچھوت نسلوں میں سے اسلام میں آئے ہونگے۔اسی لئے معاشرتی حیثیت کے اعتبار سے ان کی جگہ سب سے نیچے ہے۔

اسی طرح فقہا نے صرف نکاح میں برابری کے معاملہ میں ایسے اصول رکھے ہیں جن سے نسلی تفرقہ کی بُو آتی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی مغل اور پٹھان مسلمانوں میں اسلام قبول کرنے والی نسلوں میں فرق کرتے ہوئے شرح وقایا کے حوالہ سے لکھتے ہیں،''مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار فقط مغل، پٹھان وغیرہ قوموں میں ہے۔شیخوں، سیّدوں، انصاریوں اور علویوں میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔جو آدمی خود مسلمان ہوگیا اور اس کا باپ کافر تھا وہ اس عورت کے برابر نہیں ہوسکتا جو مسلمان ہے اور اسکا باپ بھی مسلمان تھا۔یہاں تک کہ جو آدمی خود مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان ہے لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں تھا وہ بھی اس عورت کے برابر نہیں ہوسکتا جسکا دادا بھی مسلمان ہے۔'' (شرح وقایا حصہ دوم صفحہ 28)

اس کے علاوہ بریلی فرقہ کے بانی مولانا احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ جلاہے اور موچی اگر عالم بھی ہو جائیں تو بھی وہ شریف لوگوں کے برابر نہیں ہوسکتے۔ (فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ تین صفحہ 117)

ہندوستان کے مسلمانوں میں پائی جانے والی ذات پات پر جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے پروفیسر امتیاز احمد نے تحقیق کی ہے۔انکے مطابق ہندوستان کے مسلمان چونکہ زیادہ تر ہندو معاشرہ کی نچلی جاتیوں سے اسلام میں آئے تھے۔اس لئے وہ اپنے ساتھ ہندو رسم ورواج بھی لائے۔یہ رواج آج بھی معاشرہ میں چل رہے ہیں۔ایک خیال یہ بھی ہے کہ جن علاقوں میں عرب کے مسلمان آئے جیسے کیرلہ گجرات اور تامل ناڈو وہاں اسلام کی جڑیں مظبوط ہوئیں۔اور جہاں اسلام مغلوں کے ذریعہ سے آیا وہاں ہندوستانی رواج کا زور رہا۔

آج بھی بہار کے رانچی ضلع میں گاؤں انکی اور قصبہ ہنڈپڑی، اتر پردیش کے ضلع بارہ بنکی کے گاؤں، جنوبی اتر پردیش کے قصبہ کبیر نگر میں اعلیٰ، متوسط اور نچلے درجہ کی نسلیں پائی جاتی ہیں۔کچھ مقامات پر تو اعلیٰ درجہ کے لوگ متوسط اور نچلے درجہ کے مسلمانوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا پسند نہیں کرتے۔

نسلی تفرقہ کی وجہ سے ہی لوگ اپنی ہی نسل میں رشتہ ڈھونڈتے ہیں۔ایک فرقہ دوسرے فرقہ میں رشتہ نہیں کرتا۔سیّد چاہتے ہیں کہ سیّدوں میں رشتہ ہو۔ پٹھان چاہتے ہیں کہ پٹھانوں میں رشتہ ہو۔اسی طرح شیخ، انصاری، منصوری، سلیمانی، قریشی اور شمسی فرقہ بھی اپنے ہی فرقہ میں رشتہ کرتے ہیں۔

اسکی ایک وجہ جہاں یہ ہے کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو اپنی لڑکی دینے کو تیار نہیں ہوتا وہیں اونچی نسل کے ہونے کا گھمنڈ بھی انہیں اس طرح کے رشتہ کرنے سے روکتا ہے۔کسی نسل کا خود کو اونچی جاتی سمجھنے کا گھمنڈ ہی وجہ ہے کہ اس نسل میں اکثر لڑکیوں کی شادی نہیں ہو پاتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو عمر نکل جانے کے بعد وہ بھی بڑی مشکل سے۔

میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ وہ کئی ایسے خاندانوں کو جانتا ہے جنکی لڑکیاں پڑھی لکھی ہیں نوکری کرتی ہیں شادی کی عمر بھی ہوگئی ہے لیکن شادی نہیں ہو رہی ہے کیونکہ ان کے ماں باپ اپنی ہی نسل میں رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکیاں خود اپنے عاشقوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں۔

لیکن مسلم معاشرہ اس سچائی کی طرف سے آنکھ بند کئے ہوئے ہے۔اور اس طرح لڑکیوں پر ظلم ہو رہے ہیں۔تعجب کی بات ہے کہ مسلم رہنما، علماء اور مذہبی ادارے بھی اس برائی کے خلاف کوئی مہم چھیڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔بلکہ کچھ اولوا الالباب کا ماننا ہے کہ غیر مسلموں کے مقابل مسلم معاشرہ کی معاشرتی حالت کو اجاگر کرنا خطرناک ہوگا۔

(خورشید عالم۔بشکریہ ماہنامہ''سرس سلل''15تا31 جولائی 2001ء)

دعائے مغفرت

خاکسار کے بہنوئی مکرم ریاض الدین صاحب آف کلکتہ مورخہ 25.12.02 بروز منگلوار اچانک حرکت قلب بند ہونے سے شام ساڑھے پانچ بجے وفات پاگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر وفات کے وقت 48 سال تھی۔مرحوم نے اپنے پیچھے اہلیہ ایک بیٹی تین بیٹے چھوڑے ہیں۔احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔مرحوم کی اہلیہ و بچوں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

(بشیر الدین کارکن فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان)

افسوس خاکسار کی سمدھن محترمہ سرتاج بیگم صاحبہ اہلیہ محترم سید زین العابدین صاحب مرحوم آف چنئی (تامل ناڈو) اچانک حرکت قلب بند ہوجانے کے باعث مورخہ ۲۰۰۱-۱۲-۲۶ بروز بدھ جھالاواڑ راجستھان میں وفات پاگئیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور بہت سے اوصاف حمیدہ کی حامل نیک اور مخلص خاتون تھیں اسی روز رات کو مقامی قبرستان میں مرحومہ کی تدفین عمل میں آئی اور مورخہ ۲۰۰۱-۱۲-۲۸ کو بعد نماز جمعہ قادیان میں ان کی نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔مرحومہ نے اپنے پیچھے دو بیٹے جو میرے داماد بھی ہیں یعنی عزیز ڈاکٹر سید حمید حسن سلمہٗ و عزیز ڈاکٹر سید امجد حسن سلمہٗ مقیم امریکہ اور ایک بیٹی عزیزہ قدسیہ مہر سلمہا اہلیہ مکرم شرافت احمد خان صاحب آف کلکتہ اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔قارئین سے مرحومہ کی مغفرت وبلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے۔

(مرزا محمد اطہر بیگ صدر جماعت احمدیہ جھالاواڑ (راجستھان)

افسوس مکرم سلطان محمد صاحب گجراتی ابن مکرم ولی محمد صاحب گجراتی درویش مرحوم مورخہ 12.12.01 کو مختصر سی علالت کے بعد بعمر 45 سال وفات پاگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون مرحوم خاموش طبیعت اور نیک دل انسان تھے اسی روز بعد نماز ظہر ان کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔مرحوم نے تین چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا حافظ وناصر ہو اور مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

دعاؤں کے طالب
محمود احمد بانی
منصور احمد بانی | اسد محمود بانی
کلکتہ
BANI®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات
Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908 - 1968)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
BANI AUTOMOTIVES | BANI DISTRIBUTORS
5, Sooterkin Street, Calcutta-700 072
✆ : SHOWROOM: 237-2185, 236-9893 WAREHOUSE: 343-4006, 343-4137 RESI: 236- 2096, 236 -4696, 237-8749 FAX NO: 91-33-236-9893

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R.N61/57

Subscription
Annual Rs/-200
Foreign
By Air : 20 Pound or 40$ U.S.A
: 60 Mark German
By Sea : 10 Pound or 20$ U.S.A

The Weekly BADR

Qadian 143516, Distt. Gurdaspur Punjab ((INDIA)

Tel Fax (0091) 01872-20757
Tel Fax (0091) 01872-21702

Vol - 51 Thursday, 17 Jan. 2002 Issue No: 3

کیا کہتے ہیں پاکستانی اخبار

اس وقت ہم بحیثیت امت عذاب الٰہی کی گرفت میں ہیں

مغرب ہو یا مشرق اس وقت ساری دنیا میں مسلمان شدید ترین مصائب و آلام سے دوچار ہیں

”مغضوب علیھم“ کی عملی تفسیر تو اس وقت یہود نہیں، مسلمان ہیں!

﴿طالبان کے ذریعہ تحریک خلافت کے احیاء کے حامی ڈاکٹر اسرار احمد کا فکر انگیز تجزیہ
اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے آئینہ میں مؤرخ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا حقیقت افروز تبصرہ﴾

طالبان کے ذریعہ تحریک خلافت کے احیاء کے داعی اور پرجوش علمبردار ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے قلم سے:-

”ہم سورۃ البقرہ کی آیت ۶۱ میں وارد شدہ الفاظ یعنی ’ان پر ذلت اور مسکنت تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے‘ کو پڑھتے ہوئے اطمینان سے گزر جاتے ہیں اس لئے کہ یہ الفاظ یہودیوں کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ لیکن اگر موجودہ حالات کا معروضی مطالعہ کیا جائے تو اس وقت ان الفاظ قرآنی کے مصداق کامل مسلمان ہیں نہ کہ یہود!۔ (واضح رہے کہ ذرا سی تقدیم و تاخیر کے ساتھ یہ مضمون سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۲ میں بھی وارد ہوا ہے)۔ اسی طرح سورۃ الفاتحہ کی آخری آیت کی تفسیر کے ضمن میں اس امر پر مفسرین کا تقریباً اجماع ہے کہ ﴿مَغضُوبِ عَلَیهِمْ﴾ کی عملی تفسیر یہود ہیں اور ﴿ضَآلِین﴾ کے مصداق نصاریٰ ہیں جبکہ واقعہ یہ ہے کہ مؤخر الذکر یعنی عیسائیوں کا گمراہ ہونا تو یقیناً اب بھی صد فی صد درست ہے لیکن ﴿مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ﴾ کی عملی تفسیر تو اس وقت یہود نہیں، مسلمان ہیں!۔

ذرا غور فرمائیے کہ یہودی اس وقت پوری دنیا میں کل چودہ ملین یعنی لگ بھگ ڈیڑھ کروڑ ہیں جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم از کم تیرہ سو ملین یعنی ایک ارب تیس کروڑ ہے۔ گویا مسلمان یہودیوں سے تعداد میں تقریباً سو گنا زیادہ ہیں۔ اس کے باوجود اس وقت کرۂ ارضی کی سیاسی قسمت بالفعل یہود کے ہاتھ میں ہے۔............ ہماری کیفیت اس وقت بالکل وہی ہے جس کا نقشہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ایک حدیث مبارک (رواہ احمد و ابوداؤدؒ عن ثوبانؓ) میں کھینچا تھا کہ ”مجھے اندیشہ ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ نہایت کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود تمہاری حیثیت سیلاب کے ریلے کے اوپر کے جھاگ سے زیادہ نہیں رہے گی“۔

ان ”لطیف“ حقائق پر مستزاد یہ تلخ واقعات تو نگاہوں کے عین سامنے موجود ہیں کہ مغرب ہو یا مشرق اس وقت ساری دنیا میں مسلمان شدید ترین مصائب و آلام سے دوچار ہیں۔...... ذلت و مسکنت کی یہ صورت بہ تمام و کمال موجود ہے کہ بین الاقوامی سطح پر نہ عزت ہے نہ وقار اور خود داخلی سطح پر بھی نہ حقیقی آزادی حاصل ہے نہ واقعی اختیار۔

.... سو ارب سے زیادہ افراد پر مشتمل عالمی ملت اسلامیہ اس وقت بالفعل ”حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے“ کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ تو سوچئے کہ الفاظ قرآنی یعنی ”ان پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی گئی ہے اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے“ اس کے مصداق اس وقت ہم نام نہاد مسلمان ہیں یا یہود؟

.... قرآن مجید میں بار بار نبی اکرم ﷺ سے کہلوایا گیا ہے کہ ”لوگو! جس بات کی تمہیں خبر دی جا رہی ہے یا نہیں عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے مَیں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا ابھی کچھ دُور ہے“۔ (جیسے مثلاً سورۃ الانبیاء کی آیت ۱۰۹ میں اور سورۃ الجن کی آیت ۲۵ میں) اسی طرح نہیں کہا جا سکتا کہ عذاب استیصال کے ذریعے یہود کے خاتمے اور عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے غلبے کا ”انقلاب عظیم“ قریب آچکا ہے یا ابھی کچھ دیر تک موجودہ صورت ہی برقرار رہے گی بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر چونکہ احادیث نبویہ ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ”اور کچھ روز فضاؤں سے لہو برسے گا“ کے مصداق ابھی موجودہ صورت حال مزید گھمبیر ہوگی اور امت مسلمہ پر عذاب الٰہی کے مزید اور شدید تر کوڑے برسیں گے، لہٰذا ضروری ہے کہ موجودہ صورت حال کے اسباب اور قرآن کے فلسفہ عذاب کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تاکہ سورۃ الشوریٰ کی آیت ۳۰ یعنی اور جو مصیبت بھی تم پر نازل ہوتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کے باعث ہوتی ہے اور اللہ بہت سی کوتاہیوں سے گو درگزر بھی کرتا رہتا ہے“ کے مطابق یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے کہ یہ حالات و کیفیات۔

”اے بادِ صبا این ہمہ آوردہ تست“

کے مصداق ہماری اپنی بے عملی ہی نہیں بداعمالی کا نتیجہ ہیں......“۔

ڈاکٹر صاحب آخر پر لکھتے ہیں:

”اس وقت ہم بحیثیت امت عذاب الٰہی کی گرفت میں ہیں“۔

(روزنامہ ’دن‘ ۱۳/اکتوبر ۲۰۰۱ء، صفحہ ۱ زیر عنوان ”ہیں آج کیوں ذلیل“)

☆......☆......☆......☆

دعا ”﴿غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلَا الضَّآلِین﴾ کی عارفانہ اور حقیقت افروز تفسیر

مسیح دوراں، امام الزماں، موعود اقوام عالم حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو جناب الٰہی کی طرف سے علم قرآن سکھلایا گیا۔ آپؑ کے رقم فرمودہ پُر از حقائق و معارف تفسیری نکات ہزاروں صفحات پر شائع شدہ ہیں اور کتاب اللہ کے بحر ناپید اکنار اور ذوالمعارف اور زندہ کتاب ہونے پر شاہد ناطق ہیں۔ بطور نمونہ سورۃ فاتحہ کی دعا ﴿غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلَا الضَّآلِین﴾ کی عارفانہ اور حقیقت افروز تفسیر کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

”چونکہ یہ امت مرحومہ ہے اور خدا نہیں چاہتا کہ ہلاک ہوں اس لئے اس نے یہ دعا ﴿غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ﴾ کی سکھلا دی اور اس کو قرآن میں نازل کیا اور قرآن اسی سے شروع ہوا اور یہ دعا مسلمانوں کی نمازوں میں داخل کر دی تا وہ کسی وقت سوچیں اور سمجھیں کہ کیوں ان کو یہود کی اس سیرت سے ڈرایا گیا جس سیرت کو یہود نے نہایت برے طور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ظاہر کیا تھا۔ یہ بات صاف طور پر سمجھ آتی ہے کہ اس دعا میں جو سورۂ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے فرقہ ﴿غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ﴾ سے مسلمانوں کو بظاہر کچھ بھی تعلق نہ تھا کیونکہ جبکہ قرآن شریف اور احادیث اور اتفاق علماء اسلام سے ثابت ہو گیا کہ مَغضُوبِ عَلَیهِمْ سے یہود مراد ہیں اور یہود بھی وہ جنہوں نے حضرت مسیح کو بہت ستایا اور دُکھ دیا تھا اور ان کا نام کافر اور لعنتی رکھا تھا اور ان کے قتل کرنے میں کچھ فرق نہیں کیا تھا اور توہین کو اُن کی مستورات تک پہنچا دیا تھا تو پھر مسلمانوں کو اس دُعا سے کیا تعلق تھا اور کیوں یہ دعا ان کو سکھلائی گئی۔ اب معلوم ہوا کہ یہ تعلق تھا کہ اس جگہ بھی پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح آنے والا تھا اور مقدر تھا کہ اس کی بھی ویسی ہی توہین اور تکفیر ہو لہٰذا یہ دعا سکھلائی گئی جس کے معنے ہیں کہ اے خدا ہمیں اس گناہ سے محفوظ رکھ کہ ہم تیرے مسیح موعود کو دکھ دیں اور اس پر کفر کا فتویٰ لکھیں اور اس کو سزا دلانے کے لئے عدالتوں کی طرف کھینچیں اور اس کی پاک دامن اہل بیت کی توہین کریں اور اس پر طرح طرح کے بہتان لگائیں اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیں۔ غرض صاف ظاہر ہے کہ یہ دعا اسی لئے سکھلائی گئی کہ تا قوم کو اس یادداشت کے پرچہ کی طرح جس کو ہر وقت اپنی جیب میں رکھتے ہیں یا اپنی نشست گاہ کی دیوار پر لگاتے ہیں اس طرف توجہ دی جائے کہ تم میں بھی ایک مسیح موعود آنے والا ہے اور تم میں بھی وہ مادہ موجود ہے جو یہودیوں میں تھا۔ غرض اس آیت پر ایک محققانہ نظر کے ساتھ غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک پیشگوئی ہے جو دعا کے رنگ میں فرمائی گئی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ حسب وعدہ ﴿کَمَا استَخلَفَ الَّذِینَ مِن قَبلِهِمْ﴾۔ (النور:۵۶)

آخری خلیفہ اس امت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رنگ میں آئے گا اور ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح قوم کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے اور اس پر کفر کا فتویٰ لکھا جاوے اور اس کے قتل کے ارادے کئے جائیں اس لئے ترحم کے طور پر تمام مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی کہ تم خدا سے پناہ چاہو کہ تم ان یہودیوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے موسوی سلسلہ کے مسیح موعود کو کافر ٹھہرایا تھا اور اس کی توہین کرتے تھے اور ان کو گالیاں دیتے تھے۔ اور اس دعا میں صاف اشارہ ہے کہ تم پر بھی یہ وقت آنے والا ہے اور تم میں سے بھی بہتوں میں یہ مادہ موجود ہے۔ پس خبردار رہو اور دعا میں مشغول رہو تا ٹھوکر نہ کھاؤ اور اس آیت کا دوسرا فقرہ جو اَلضَّآلِین ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں اے ہمارے پروردگار اس بات سے بھی بچا کہ ہم عیسائی

باقی صفحہ (۱۵) پر ملاحظہ فرمائیں